Atlantis Publications
سازش کا تیر
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss
http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com
اشتیاق احمد

گزشتہ ناول کی ایک جھلک

روبوٹ کی لاش

اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

☆ پروفیسر داؤد کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔
☆ انہیں چیز ہی ایسی نظر آئی تھی۔
☆ اور پھر وہ اپنی تجربہ گاہ سے بھاگ نکلے۔
☆ ان کا سفر شروع ہوا تو انہیں اولوں کے زبردست طوفان نے آلیا۔
☆ پتھر کے ایک مکان میں ان کے ساتھ کیا ہوا۔
☆ فرجی دادا سے ملیے... وہ کیا چیز تھا۔
☆ آپ کو ہر قدم پر حیرت ہوگی۔
☆ انسپکٹر جمشید اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی زندگی کی ایک خوفناک جنگ لڑتے ہیں۔
☆ قصبہ بیرو میں کیا ہو رہا تھا۔
☆ حالات ہر لمحے خوفناک سے خوفناک تر۔
☆ ریاست نواب کی سیر کیجیے... نواب صاحب سے ملیے۔
☆ ریاست نواب میں آپ کی ملاقات ایک بالکل نئے اور خوفناک مجرم سے ہو رہی ہے۔
☆ ناول پڑھ کر ہی آپ جان سکیں گے کہ وہ مجرم کس پائے کا تھا۔

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss
http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

ناول لکھنے کا معاملہ عجیب ہے... کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پورا پلاٹ ذہن میں آجاتا ہے اور ناول اس کے مطابق آگے بڑھتا رہتا ہے... یہاں تک کہ آسانی سے ختم ہو جاتا ہے... کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مرکزی خیال ذہن میں آتا ہے اور اس خیال کے گرد کہانی کا تانا بانا بنتا چلا جاتا ہے اور ناول مکمل ہو جاتا ہے... لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہ تو پلاٹ ذہن میں ہوتا ہے اور نہ مرکزی خیال... نہ کوئی خاکہ ذہن میں ہوتا ہے، لیکن ناول تو شروع کرنا ہوتا ہے... لہٰذا شروع کر دیا جاتا ہے، بغیر کسی خیال کے... بغیر کسی سوچ کے... بس بغیر سوچے سمجھے ناول کا آغاز کر دیا جاتا ہے... ناول آگے بڑھتا رہتا ہے... جو بات سمجھ میں آجاتی ہے... بس وہی لکھتا چلا جاتا ہوں... اور مجھے کچھ پتا نہیں ہوتا کہ یہ ناول کس رخ پر جائے گا... یا کس کروٹ بیٹھے گا... بیٹھے گا بھی یا نہیں... ان حالات میں یہ سوچ چھوڑ دی جاتی ہے

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

غریب چور وہ بھی بھوکا ،اس کی چھت سے نیچے کیسے کود سکتا تھا ...وہ تو اس خیال سے ہی خوش ہوگیا کہ کوئی بھوکا چور بس اس کے گھر کھانا کھانے آیا ہے۔

''میں ...میں تمہیں پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤں گا... فکر نہ کرو۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھا ، کمرے کا بلب جلایا اور پھر چٹخنی گرادی ... جونہی اس نے دروازہ کھولا ... بری طرح اچھلا ...

کمرے سے باہر صحن میں چار سیاہ پوش کھڑے تھے ...ان کے ہاتھوں میں پستول تھے ...اور ان کی نالوں کے رخ اس کے سینے کی طرف تھے۔

''کیا مطلب ؟''

''کس بات کا مطلب پوچھا مسٹر جبران۔'' ان میں سے ایک نے پوچھا۔

''تم نے ... تم نے تو کہا تھا کہ تم ایک بھوکے چور ہو ...جب کہ یہاں تو چار پستول بردار موجود ہیں اور پھر مزید حیرت کی بات ... تم میرا نام بھی جانتے ہو؟''

''تو پھر !اس سے کیا ہوگیا ...ہم چاروں کھانا کھالیں گے اور اگر گھر میں اتنا کھانا نہ ہوا تو ہوٹل سے منگوا لیں گے ،تمہیں بہرحال

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں...باقی رہی یہ بات کہ ہم تمھارا نام کیسے جانتے ہیں ... ہم تو تمھارے بارے میں اور بہت کچھ جانتے ہیں۔''

''تم کیا چاہتے ہو؟'' اس نے سنبھل کر کہا... اس بار لہجہ سخت تھا۔

''ہاں !یہ سوال درست ہے ...''

وہ کمرے میں آگئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا... اب تو اس کا رنگ اڑ گیا... آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

''پہلے تو ہم تمھیں چند تصاویر دکھائیں گے ...''

ان میں سے ایک نے کہا اور اپنے ساتھی کے ہاتھ سے بیگ لے لیا... اس میں سے چند تصاویر نکال کر اس کے سامنے کر دیں ... وہ ان میں چوری کرتا صاف نظر آرہا تھا ... اسے بہت حیرت ہوئی، کیونکہ ان گھروں میں جب اس نے چوری کی تھی تو کوئی اس کے ساتھ نہیں تھا ... پھر ان لوگوں نے یہ تصاویر کیسے بنا لیں ... لیکن اب سوائے حیران ہونے کے وہ کیا کر سکتا تھا ...چنانچہ بولا، یہ ''ٹھیک ہے ... یہ میری تصاویر ہیں ،چوری کرتے ہوئے اتاری گئی ہیں ... میں واقعی ایک چور ہوں ... لیکن آپ کون ہیں ... کیا آپ کا تعلق پولیس سے ہے ...''

''گولی مارو جی پولیس کو۔'' ان میں سے ایک بولا۔

''تب پھر ؟''

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

''اگر ہم یہ تصاویر پولیس کو دے دیں تو تم جانتے ہو ... پولیس تمھارے ساتھ کیا کرے گی ... اتنا مارے گی ... اتنا مارے گی کہ تم بس ادھ موئے ہو جاؤ گے... کیا یہ بات ٹھیک ہے۔''

''ہاں! بالکل ٹھیک ہے، میں جانتا ہوں، پولیس خاص طور پر چوروں کو بہت بری طرح مارتی ہے ... نہ جانے کیوں؟''

''یہ ان کا مسئلہ ہے اور شاید یہ کوئی نفسیاتی مسئلہ ہے ... ہو سکتا ہے، وہ سوچتے ہوں ... بڑے چوروں کے مقابلے میں یہ چھوٹے چور کہاں سے آ گئے اور کیوں آ گئے... لیکن تم فکر نہ کرو، ہمارا تعلق پولیس سے نہیں ہے ... یہ اس کا ثبوت دیکھ لو ... یہ کہہ کر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا رومال اس کی ناک کے بالکل قریب کر دیا ... وہ دیکھنے کے لیے جھکا تو اس نے رومال ناک سے لگا دیا ... وہ فوراً کمرے کے فرش پر گر پڑا۔

''چلو بھئی! یہ ہو گیا ہے بے ہوش ... اٹھاؤ اسے۔''

انھوں نے اسے اٹھایا اور باہر کھڑی گاڑی میں ڈال کر وہاں سے روانہ ہو گئے ... وہ ایک ایسے راستے سے جا رہے تھے ... جن پر کوئی چوراہا نہیں آتا تھا ... ایسے راستوں سے وہ خوب واقف تھے ... راستے میں پولیس سے ملاقات نہیں ہوتی تھی۔

پھر ایک جگہ گاڑی روک دی گئی ... اسے اٹھا کر اندر لایا گیا اور ایک کمرے میں لٹا دیا گیا۔

ایک گھنٹے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں ... اسے بہت حیرت ہوئی ... وہ اپنے گھر کے کمرے میں نہیں تھا۔

''م ... میں کہاں ہوں۔''

''ہمارے گھر میں۔'' اسی نے کہا جو اس سے پہلے اس سے باتیں کر رہا تھا۔

اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا، پھر اس کے منہ سے نکلا:

''اوہ! تم تو وہی ہو ...''

''ہم نے کب کہا کہ ہم وہ نہیں ہیں ... ہم سو فیصد وہی ہیں۔''

وہ ہنسا۔

''م ... مجھے کیا ہوا تھا۔''

''آپ بس ... ذرا بے ہوش ہو گئے تھے ... پتا نہیں آج کل کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جب دیکھو، بات بے بات بے ہوش ہو جاتے ہیں۔''

''نہیں یہ بات نہیں ... میں نے تم لوگوں کو رومال سنگھاتے محسوس کر لیا تھا ... آخر تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔''

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

''ہاں! اب تم آئے ہو اصل بات پر ... ہم تم سے ایک کام لینا چاہتے ہیں ... تم ہمارا وہ کام کر دو ... ہم تمھاری تصاویر پولیس کو نہیں دیں گے ... مطلب یہ کہ تم آزاد زندگی گزار سکو گے، ورنہ جیل کی سلاخیں تمھارا مقدر ہوں گی ... اب دیکھ لو ... سوچ لو۔''

''میں تو بس ایک چور ہوں ... اس سے بڑھ کر میں نے آج تک کوئی جرم نہیں کیا ... اور نہ میں ایسا سوچ سکتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے ... ہم تمھارے ہاتھوں ایک چیز چرانا چاہتے ہیں، تم وہ چیز ہمیں چرا کر لا دو ... اس کے بعد ہم تم سے کوئی غرض نہیں رکھیں گے۔''

''اچھی بات ہے ... میں تم لوگوں پر اعتبار کرنے پر مجبور ہوں ... بتاؤ کیا کام ہے۔''

''تمھیں ایک کھلونا چرانا ہے۔''

''کیا کہا ... کھلونا ... یہ کیا بات ہوئی۔''

''بات جو بھی ہوئی ... یا نہیں ہوئی ... بس تم وہ کھلونا چرا کر لا دو ... اس کے بعد تمھارا کام ختم ہو جائے گا اور ہم تم سے کوئی غرض نہیں رکھیں گے۔''

''ٹھیک ہے ... بتاؤ ... کھلونا کہاں سے چرانا ہے۔''

خان نسیم خان کے گھر سے ... وہ ایک بہت بڑے آدمی ہیں ... ان کی کوٹھی میں داخل ہونا آسان کام نہیں ... حفاظتی انتظامات بے تحاشہ ہیں ... یعنی ہر طرح کے انتظامات کیے گئے ہیں ... لیکن ہم نے سنا ہے ... تم ایسے کاموں کے ماہر ہو ... اسی لیے ہم نے یہ کام تم سے لینے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''لیکن کیوں ... آپ خود یہ کام کیوں نہیں کر لیتے۔'' جبران نے پوچھا۔

''ہم کیوں کریں، ہمیں خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت ہے ... ہم یہ کام تم سے کیوں نہ لیں ... اگر تم پکڑے جاتے ہو تو ہم صاف بچ جائیں گے ... یہ ہے فائدہ تم سے کام لینے کا۔''

''ہوں ... وہ کھلونا دراصل کیا چیز ہے۔''

''بس! اس چکر میں نہ پڑو ... تم اسے بس ایک کھلونا ہی سمجھو۔''

''لیکن جہاں اس قدر زیادہ حفاظتی انتظامات ہیں ... وہاں ایک غریب چور کیا کر سکے گا۔''

''یہ ہمارا مسئلہ نہیں ... خالص تمھارا ہے ... یہ کام کرو یا جیل چلے جاؤ ... تمھیں دو میں سے ایک منتخب کرنا ہے۔''

''ہوں! کھلونے کا نام بتاؤ ... کھلونا گھر میں کہاں ملے گا۔''

''کھلونا خان نسیم خان کے ڈرائنگ روم کے آتش دان پر رکھا ہے
... اصل مسئلہ اندر داخل ہونے اور باہر نکل آنے کا ہے ... کھلونا اٹھا کر
اور چھپا کر لے آنا بالکل مشکل کام نہیں ...''

''ظاہر ہے ... وہاں تمام تر حفاظتی انتظامات کیے گئے ہیں،
کیمرے بھی لگے ہوں گے ... اندر داخل ہونا بھی اتنا آسان کام نہیں
ہوگا ...''

''یہ تمام باتیں ہیں ... اگر تم یہ کام نہیں کر سکتے، تو بتا دو ... ہم
تمھاری تصاویر پولیس کو بھیج دیتے ہیں۔''

''مجھے سوچنے دیں ... اور ساتھ میں یہ بتادیں کہ مجھے کتنے دن
میں یہ کام کرنا ہے۔''

''ہماری طرف سے تو کل تک کر دو ... تاہم تم مہلت چاہتے ہو
تو ہم تین دن کی مہلت دے سکتے ہیں اور بس، اس سے زیادہ مہلت
نہیں ملے گی۔''

''اچھی بات ہے ... میں تم لوگوں کے لیے وہ کھلونا حاصل کروں
گا ... تین دن کے اندر اندر کھلونا تم لوگوں کو لا دوں گا ... سوال یہ ہے
کہ اس کھلونے میں ہے کیا۔''

''بس! تم اس کھوج میں نہ پڑو ... یہ بات تمھارے کسی کام نہیں

آئے گی ... جو کام آئے گی، وہ یہ ہے کہ کھلونا ہمیں لا دو اور بس ...''

''ٹھیک ہے ... تم مجھ سے کھلونا کہاں وصول کرو گے۔''

''ہم خود تمھارے گھر آجائیں گے ... وہیں سے کھلونا وصول کر
لیں گے۔''

''ٹھیک ہے ...''

اور پھر انھوں نے خان نسیم خان کی کوٹھی کا پتا وغیرہ سب کچھ
اچھی طرح بتا دیا ... اس کے بعد وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے
... اس وقت اس نے کہا:

''پہلے ہم تمھیں ایک بات بتا دیتے ہیں ... اور وہ یہ کہ جب
تک ہمیں کھلونا نہیں مل جاتا ... اس وقت تک ہم تمھاری باقاعدہ نگرانی
کریں گے ... تم ہماری نظروں میں رہو گے ... کوئی گڑبڑ کرنے کی
کوشش کی تو پھر ہم تمھارا کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔''

''میں سمجھتا ہوں ... تم وہ لوگ نہیں جو کسی کا لحاظ کرو'' اس کا
لہجہ خشک تھا۔

ان لوگوں نے اس کے لہجے کی خشکی صاف محسوس کرلی ... چنانچہ
ان میں سے ایک نے ہنس کر کہا:

''تمھارا اندازہ غلط نہیں ... عام حالات میں ہم بہت سخت ہیں

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss
http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

کھانا ملے گا۔''

''اللہ کا شکر ہے ... اور آپ کا بھی احسان ہے۔''

''چلو میاں ! تم بھی کیا یاد کرو گے۔''

اور پھر وہ اسے کوٹھی کے اندر لے آیا ... برآمدے ہی میں ایک خوب صورت عورت کرسی پر بیٹھی اخبار پڑھتی نظر آئی ۔

''بیگم صاحبہ کو سلام کرو۔'' پہرے دار نے دبی آواز میں کہا۔

''سلام بیگم صاحبہ۔'' اس نے فوراً کہا۔

''کیا بات ہے کاشف میاں۔'' خاتون نے پہرے دار سے کہا۔

''بیگم صاحبہ !یہ ایک غریب آدمی ہے ... چاہتا ہے، اسے گھر کی صفائی کے کام پر رکھ لیا جائے، یہ تنخواہ نہیں مانگتا ... اس کا مطلب تو بس دو وقت کی روٹی کا ہے۔''

''نہیں بھئی ... ہم اتنے غریب لوگ نہیں کہ کسی کو دو وقت کی روٹی پر ملازم رکھ لیں ... ہم انھیں باقاعدہ تنخواہ دیا کریں گے ... کیا نام ہے بیٹا آپ کا۔''

ادھیڑ عمر خاتون کے منہ سے اپنے لیے بیٹا کا لفظ سن کر وہ اندر سے ہل گیا ... کانپ گیا ... اس کی آنکھوں میں حیرت جاگ اٹھی ... اس نے مشکل سے کہا۔

''جی میرا نام جبران ہے۔''

''کاشف میاں! آپ انھیں کام سمجھا دیں ... ہم انھیں تین ہزار ماہوار دیا کریں گے ... تینوں وقت کا کھانا بھی انھیں یہیں سے ملے گا ... آپ نے اچھا کیا، انھیں اندر لے آئے ... ورنہ بے چارے نہ جانے کہاں کہاں کے دھکے کھاتے پھرتے ... اور ان کے چہرے پر بھوک کے آثار نظر آرہے ہیں ... کام سمجھانے سے پہلے انھیں کھانا کھلاؤ۔''

''جی بیگم صاحب ... اللہ آپ کو خوش رکھے ... آؤ میاں جبران۔''

کاشف اسے باورچی خانے میں لے آیا ... وہاں باورچی دوپہر کے کھانے میں مصروف تھا ...

''ارشد خان بیگم صاحب کا حکم ہے، انھیں کھانا کھلایا جائے ... یہ آج سے اس گھر کے ملازم ہیں ... جبران میاں، گھر کی صفائی کیا کریں گے ... جب کھانا کھا لیں تو انھیں میرے پاس بھیج دینا۔''

''اچھی بات ہے کاشف میاں ... آؤ جبران میاں یہاں بیٹھو ... اس نے باورچی خانے کے ایک کونے میں لگی میز کرسی کی طرف اشارہ کیا ... پھر جلد ہی اس نے اس کے سامنے کھانا رکھ دیا ... کھانا بہت مزے دار تھا ... اسے کھاتے ہوئے بہت لطف آیا ... پھر بیگم خان نسیم خان کا بیٹا کہنا اسے بار بار یاد آنے لگا ... جب وہ کھانے سے

فارغ ہوا تو الجھن کا شکار ہو چکا تھا ...ارشد خان اسے پھر کاشف میاں کے پاس چھوڑ گیا۔

''آؤ میں تمھیں پوری کوٹھی دکھا دوں ...''

کوٹھی میں دس کے قریب بڑے بڑے کمرے تھے ... تین غسل خانے تھے ...ایک بڑا باورچی خانہ تھا ...اور ڈرائنگ روم تو اتنا بڑا تھا کہ چار کمروں کے برابر نظر آتا تھا...ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اس کی نظر آتش دان کی طرف اٹھ گئی ...وہاں ایک بھالو موجود تھا ...ایک چھوٹا سا بھالو ... جیسے کھلونوں کی دکانوں سے عام مل جاتے ہیں ... خیر اس وقت تو وہ کام سمجھ رہا تھا ...پوری کوٹھی دیکھ رہا تھا ...جب کاشف میاں اسے تمام جگہیں دکھا چکا، تب اس نے اسے صفائی کے آلات والا چھوٹا سا کمرہ دکھایا ...یہاں برش، وائپر وغیرہ موجود تھے، جھاڑنے کے لیے کپڑے بھی موجود تھے ... یعنی وہ اس جگہ سے صفائی کی چیزیں لے کر پوری کوٹھی کی صفائی کر سکتا تھا ... آخر اس نے اپنا کام شروع کر دیا۔

تمام کمروں کی صفائی کے بعد وہ آخر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا ...اس وقت اس کا دل دھڑک اٹھا ...اس نے سوچا، ابھی اس کے پاس دو دن ہیں ... ضروری نہیں کہ وہ آج ہی کھلونا چرا کر لے جائے

... بلکہ وہ تیل دیکھے گا تیل کی دھار دیکھے گا ... پھر یہ کام کرے گا... صفائی کرتے کرتے وہ آتش دان پر آپہنچا ...تب اس نے کھلونے کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ دیکھ سکے، آخر اس میں کیا خاص بات ہے اور وہ لوگ اس کھلونے کو کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں ...

جونہی اس نے کھلونے کو اٹھایا ...ڈرائنگ روم کا دروازہ آواز کے ساتھ کھلا۔

☆☆☆☆☆

لیکن کیوں

وہ چونک کر مڑا ... لیکن مڑنے سے پہلے کھلونا آتش دان پر رکھ چکا تھا ... اس نے دیکھا بیگم خان نسیم خان اندر آرہی تھیں ... انھوں نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں ... غالباً اپنے کسی کام سے آئی تھیں ... انھوں نے ڈرائنگ روم کی ایک الماری سے کوئی چیز اٹھائی اور باہر نکل گئیں ... وہ مسکرایا ... کیونکہ وہ تو ڈر گیا تھا ... اب اس نے کھلونے کو پھر اٹھا لیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا ... اسے خوب الٹ پلٹ کر دیکھا ... وہ اسے ہر لحاظ سے ایک عام کھلونا لگا ... اس میں کوئی بات بھی تو انوکھی نہیں تھی۔

رات کا کھانا کھا کر اور کاشف میاں سے اجازت لے کر وہ اپنے گھر چلا آیا ... اس وقت اس نے ان لوگوں کو موبائل پر اشارہ دیا ... وہ ایک نمبر اسے دے گئے تھے ... فوراً ہی فون ریسیو کیا گیا۔

''ہاں جی ... کیا ...''

''مجھے کوٹھی میں ملازمت مل گئی ہے ... صفائی کا کام ملا ہے ... آج میں نے ساری کوٹھی کی صفائی کی ہے ... ڈرائنگ روم میں اس کھلونے کو بھی دیکھا ہے ... وہ عام سا بھالو ہے ... کھلونوں کی دکان پر عام مل جاتا ہے ... آخر اس میں کیا خاص بات ہے ... کہ آپ اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

''تم اس چکر میں نہ پڑو ... جو کام ذمے لگایا ہے ... وہ کرو ... اب یہ کام تمھارے لیے اور زیادہ آسان ہو گیا ہے ... کیا باہر آتے وقت تمھاری تلاشی لی گئی؟''

''نہیں ... انھوں نے میری تلاشی نہیں لی ...''

''بس تو پھر ... تم کل آتے ہوئے کھلونا چھپا کر لے آنا۔''

''اور اگر انھوں نے تلاشی لے لی۔''

''جب آج نہیں لی تو کل کیا کرلیں گے۔'' ادھر سے کہا گیا۔

''یہ ضروری نہیں ...''

''کچھ بھی ہو ... جیسے بھی ہو ... کھلونا تو تمھیں لانا ہی ہوگا۔''

''اس کے کئی محفوظ طریقے ہیں۔''

''چلو ٹھیک ہے ... تم کوئی محفوظ طریقہ بتا دو، ہم اس پر عمل کر لیں گے۔''

''میں کل یا پرسوں ... عشاء سے پہلے ... چھت پر چڑھ کر کھلونا باہر اچھال دوں گا ... آپ میں سے کوئی کیچ کر لے۔''

''اگر کسی نے ایسا کرتے دیکھ لیا تو کام خراب ہو سکتا ہے ... بہتر طریقہ یہی ہے کہ تم اپنے کپڑوں میں چھپا کر لے آؤ ...''

''اچھی بات ہے ... لیکن اگر میری تلاشی لے لی گئی تو آپ خود ذمے دار ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے ... اگر تم پکڑے گئے تو بھی ایک کھلونا چرانے کے بدلے وہ تمھیں پولیس کے حوالے تو کریں گے نہیں ... زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے، کہ کھلونا چھین لیں گے ... اور تمھیں ملازمت سے فارغ کر دیں گے ... ہم کھلونا حاصل کرنے کی پھر کوئی ترکیب کر لیں گے ... اول تو یہ تمھارا وہم ہے ... وہ تمھاری تلاشی نہیں لیں گے ... تلاشی لینا ہوتی تو آج لیتے۔''

''اچھی بات ہے ... لیکن میں چاہتا ہوں ... ایک دن وہاں اور گزار لوں ... اس طرح قدرے زیادہ اعتماد حاصل ہو جائے گا ... اور تیسرے دن یعنی پرسوں کھلونا لے آؤں۔''

''یہ ٹھیک رہے گا ... ایک آدھ دن کی وجہ سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا۔''

''شکریہ!''

اور اس نے فون بند کر دیا ... اس وقت وہ ایک الجھن سی محسوس کر رہا تھا ... اس کھلونے میں کوئی خاص بات نظر نہیں آ رہی تھی ... اور وہ لوگ اسے ہر حال میں حاصل کرنا چاہتے تھے ... آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ پرسوں وہ کھلونا چرا کر ان کے حوالے کر دے گا ... اس طرح اس کا کام ختم ہو جائے گا ...

اور اس نے ایسا ہی کیا ... تیسرے دن جب وہ کھانا کھا کر فارغ ہوا تو ڈرائنگ روم میں چلا گیا ... وہاں جانے کے بعد ہی اس نے دن میں اپنی چند چیزیں وہاں چھوڑ دیں تھیں ... اور پھر اس نے کھلونا اٹھا کر شلوار کی ایک خفیہ جیب میں ڈال لیا ... یہ جیب اس کی ران کے ساتھ تھی ... اس طرح کپڑے کا ابھار نظر نہیں آ رہا تھا ... پھر وہ پر سکون انداز میں بیرونی دروازے کی طرف چلا ... اس وقت اس نے سوچا ... وہ آج یہاں سے جا رہا ہے ... یہاں کے لوگوں نے اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا ... بیگم خان نسیم خان ملازموں کو بھی وہی کھلاتی تھیں جو خود کھاتی تھیں ... ان تین دنوں میں خان نسیم خان اسے نظر نہیں آئے تھے، ان کے بارے میں پتا چلا تھا کہ سرکاری دورے پر بیرون ملک گئے ہوئے ہیں ... اس کا مطلب تھا، وہ بڑے سرکاری افسر تھے

...ابھی وہ ڈرائنگ روم سے نکلا ہی تھا کہ سامنے سے بیگم نسیم خان آتی نظر آئیں ...انھیں دیکھ کر وہ رک گیا ...اس کے ہاتھ سلام کے انداز میں اٹھ گئے...انھوں نے بھی مسکرا کر سلام کا جواب دیا اور بولیں :

''کیسے ہو جبران ؟''

''اللہ کا شکر ہے ۔''

''یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ۔''

''جی ...بالکل نہیں ،یہاں تو گھر سے بھی زیادہ آرام ہے ...''

''یہ جان کر اطمینان ہوا۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئیں ...

اس نے دروازے کی راہ لی ...وہاں کاشف میاں اور عارف میاں چوکس کھڑے تھے ...اسے دیکھ کر کاشف بولا ۔

''جا رہے ہیں جبران میاں ...''

''ہاں جی... صبح ملاقات ہو گی ان شاء اللہ۔

''ان شاء اللہ !''اس نے کہا اور وہ آگے بڑھ گیا۔

گھر آ کر اس نے موبائل نمبر دبایا ...دوسری طرف فوراً کہا گیا۔

''ہاں جبران !کیا رہا ؟''

''آپ کا کام ہو گیا ...میں کھلونا لے آیا ۔''

''بہت خوب !ہم لینے کے لیے آ رہے ہیں ...اور اطمینان رکھو

تمھاری تصاویر وغیرہ سب تمھارے سامنے جلا دیں گے ...''

''بہت بہت شکریہ''

اور پھر آدھ گھنٹے بعد اس کے دروازے پر دستک ہوئی، دروازہ کھولنے پر وہی لوگ اندر داخل ہوئے ...اس نے کھلونا ان کے حوالے کر دیا ...انھوں نے تمام تصاویر نکالیں اور اس کے سامنے جلا دیں ...وہ جانتا تھا ...تصویروں کی کاپیاں بنا کر اپنے پاس رکھ لینا کوئی مشکل کام نہیں ... لیکن یہ بات کہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا ...وہ بہرحال ان کے ہاتھوں میں تھا اور جب جی چاہے، وہ اس سے اس قسم کے اور کام لے سکتے تھے اور وہ کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں تھا ... تصاویر جلا کر وہ لوگ چلے گئے ... اس نے دروازہ بند کیا اور لگا سوچنے ...اب کل سے پھر وہی چوری چکاری کا کام تھا اور وہ تھا ...اچانک اسے ایک خیال آیا ...اس نے خود سے کہا ۔

''لیکن کیوں...میں اکیلا آدمی ہوں ...اگر میں یہ برے کام چھوڑ دوں اور صرف خان نسیم خان کے گھر میں ملازمت کرتا رہوں، تو وہ گھرانہ ایسا ہے کہ گزر بسر آسانی سے ہوتی رہے گی، اچھا کھانا پینا ملتا رہے گا ...اور کام بہت آسان ہے ... گھر کی صفائی اور بس ...اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب وہ چوریاں نہیں کرے گا ... باقی زندگی

خان نسیم خان کے گھر میں ملازمت کر کے بسر کرے گا ... یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے بہت سکون محسوس کیا ... اب ان لوگوں سے خود کو چھپانے کا کام بھی کرنا تھا اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ وہ اس مکان کو چھوڑ دے اور موجودہ سم کو بند کر دے بلکہ موبائل سے بھی پیچھا چھڑالے ... دوسرے دن صبح سویرے، منہ اندھیرے وہ اس گھر کو تالا لگا کر نکل کھڑا ہوا ... مالک مکان کے کرایہ کا حساب کر کے اس نے رات ہی مالک مکان کو پہنچا دیا تھا ... اور اسے بتا دیا تھا کہ وہ مکان چھوڑ رہا ہے ... مکان کی چابی بھی اس نے مالک مکان کو دے دی تھی، لہٰذا اس کی طرف سے وہ بے فکر تھا ... اس طرح وہ منہ اندھیرے وہاں سے نکل کھڑا ہوا ... اس نے اپنا حلیہ قدرے تبدیل کر لیا تھا ... وہ چاہتا تھا، آیندہ کے لیے وہ ان چاروں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جائے ... ظاہر ہے، وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ بدستور خان نسیم خان کی کوٹھی میں ملازمت کرتا رہے گا ... کوٹھی میں چونکہ زیادہ صبح سویرے داخل نہیں ہو سکتا تھا ... اس لیے اس نے ایک پارک میں وقت گزارا اور جب کوٹھی پر پہنچنے کا وقت ہو گیا تب وہاں پہنچا ... دروازے پر پہنچنے سے پہلے وہ اپنا حلیہ درست کر چکا تھا اور اب وہ پھر جران نظر آرہا تھا ... ساتھ میں اس کا دل بھی دھڑک رہا تھا کہ کہیں کوٹھی والوں کو کھلونے

کی گمشدگی کا پتا نہ چل گیا ہو ... اور وہ لوگ اس پر شک نہ کر رہے ہوں، اب وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس نے غلطی کی ... بازار سے اس جیسا کھلونا خرید کر آتش دان پر رکھ دیتا اور اصل کھلونا ان لوگوں کو دے دیتا ... وہ بار بار یہ بھی سوچ رہا تھا کہ نہ جانے اس کھلونے میں کیا خاص بات تھی ... وہ چاروں جرائم پیشہ لوگ آخر اس کھلونے کو کیوں حاصل کرنا چاہتے تھے ... انھی خیالات میں گھرا وہ گیٹ پر پہنچ گیا ... وہاں معمول کے مطابق کاشف میاں اور عارف میاں چوکس کھڑے نظر آئے ...

''السلام علیکم ۔'' اس نے ان کے نزدیک پہنچتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام ! آؤ جران میاں ... وقت کے بہت پابند ہو اور یہ اچھی بات ہے ... خان صاحب اور بیگم صاحبہ وقت کے پابند ملازمین کو بہت پسند کرتے ہیں۔''

''خان صاحب تو ان دنوں میں نظر نہیں آئے ۔''

''آج کل میں آنے والے ہیں، سرکاری دوروں پر گئے ہوئے ہیں ... آپ کو شاید معلوم نہیں، خان صاحب ایک بڑے سرکاری افسر ہیں ...''

''اللہ انھیں اور ترقی دے ۔''

''آمین!'' ان دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

پھر وہ اندر داخل ہوگیا... اس نے اپنا کام شروع کر دیا... شام کے چار بجے اچانک بیگم صاحبہ نے ان سب کو طلب کر لیا... اس وقت اس کا دل بہت زور سے دھڑکا، کیونکہ اگر کھلونے کے لیے بلایا گیا تھا تو شک اسی پر کیا جانا تھا... سب سے زیادہ نیا تو وہی تھا... اب وہ سوچ رہا تھا... کاش وہ آج یہاں نہ آتا...

دونوں پہرے دار اور باورچی ارشد نیاز بیگم صاحبہ کے کمرے میں داخل ہوئے... فوراً ہی انھوں نے کہا۔

''خان صاحب آج رات آٹھ بجے آرہے ہیں... لہٰذا ہر چیز درست نظر آنی چاہیے۔

''آپ فکر نہ کریں بیگم صاحبہ۔'' کاشف میاں نے فوراً کہا۔

اور اس نے اطمینان کا سانس لیا... ابھی تک کھلونے کی بات سامنے نہیں آئی تھی... اس نے سوچا... ہر وقت کی دل کی دھڑکن سے بچنے کے لیے وہ یہاں سے نکل ہی جائے تو بہتر ہے... اس نے سوچا... اب اسے کسی ضرورت سے باہر بھیجا جائے گا تو یہاں واپس نہیں آئے گا... باہر کا باہر ہی رہ جائے گا۔''

جلد ہی یہ موقع بھی آگیا بیگم صاحبہ خود اس کے پاس آئیں

... سامان کا بیگ اور پانچ ہزار کا نوٹ اسے دیتے ہوئے بولیں۔

''یہ سامان کی لسٹ لے لیں اور بازار سے یہ تمام چیزیں لے آئیں... اور ذرا جلدی آئیں...''

''جی بہت بہتر۔''

وہ گھر سے نکل آیا... اب اس نے تو سوچا تھا کہ کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلنے کا موقع مل گیا تو وہ لوٹ کر نہیں آئے گا... اب یہ پانچ ہزار کا نوٹ اس کے راستے کی دیوار بن گیا تھا... اس نے تمام چیزیں خریدیں اور لے آیا گیٹ پر...

''کاشف میاں... ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ میری بیوی کو اچانک دورہ پڑا ہے... یہ سامان اور بقایا رقم لے لیں... میں ذرا گھر کا ایک چکر لگا آؤں۔''

''فکر کی بات نہیں... آپ اطمینان سے جائیں... جلد آنے کی کوشش نہ کریں... میں بیگم صاحبہ کو بتادوں گا، وہ بہت اچھی خاتون ہیں... بالکل برا نہیں مانیں گی۔''

''شکریہ! آپ بہت اچھے ہیں، آپ اپنا موبائل نمبر دے دیں... رکنا پڑا تو آپ کو بتا دوں گا۔''

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔''

اس نے کاشف کا نمبر لیا اور وہاں سے چلا آیا ...وہ رات اس نے ایک سرائے پر گزاری ... دوسرے دن کرایے کے مکان کی تلاش شروع کی ... آخر کئی گھنٹے کی محنت کے بعد ایک چھوٹا سا اور سستا سا مکان مل گیا ... اس نے مالک مکان کو کرایہ ادا کیا اور لگا سوچنے ... اب وہ کیا کرے ... اسے تو چوریاں کرنے کے سوا اور کچھ آتا ہی نہیں تھا ... آخر اس نے پھر تھوڑا سا حلیہ تبدیل کیا اور ایک ہوٹل میں جا پہنچا ...وہاں کے بیرے سے بات کی ... اور کہا کہ اسے برتن دھونے پر رکھ لیا جائے ... کوئی تنخواہ نہیں مانگے گا... بیرے نے جا کے مالک سے بات کی، مالک نے اسے بلا لیا ... اور چند سوالات کرنے کے بعد بولا ۔

''صرف تین وقت کا کھانا دیں گے ...اور چھ ماہ بعد کپڑے ۔''

''جی اچھا ... لیکن میرے پاس رہائش کی جگہ کرائے کی ہے ... اگر آپ کوئی سونے کی جگہ بھی دے دیں تو پھر مجھے اور کچھ نہیں چاہیے ۔''

ہوٹل کے مالک نے اسے نظر بھر کر دیکھا ... پھر بولا ۔

''میاں سونے کے لیے بہت جگہ ہے ... کرایے کی جگہ چھوڑ دو ...اور ہوٹل میں چلے آؤ... سٹور میں اپنا سامان رکھ لو ... وہیں بستر لگا لو...''

''آپ کا بہت بہت شکریہ ...وہ خوش ہو گیا ... کیونکہ اب وہ جرائم کی دنیا سے اور ان چاروں سے اور بیگم خان نسیم خان سے دور ہو چکا تھا ...اس میں ایک چور کی حیثیت سے بیگم صاحبہ اور کاشف وغیرہ کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی ...وہ ہوٹل میں کام کرنے لگا اور جلد ہی اس کھلونے کو بھول گیا ...ایک دن ہوٹل میں آنے والے اخبارات میں سے ایک اخبار میں شائع ہونے والی خبر نے اسے چونکا دیا۔

خبر پڑھتے ہوئے اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا ... خبر یہ تھی ۔

''پولیس کو ایک چور کی تلاش ۔''

خبر کے ساتھ چور کی تصویر بھی شائع کی گئی تھی اور تصویر بالکل اسی کی تھی ... خبر میں لکھا تھا :

''ایک نوجوان چور نے خان نسیم خان کے گھر سے ایک کھلونا چرا لیا ...وہ کئی روز سے لا پتا ہے ...اس کے خلاف رپورٹ درج کرا دی گئی ہے ...پولیس نے چور کی تلاش شروع کر دی ہے ... کھلونے کی کیا اہمیت ہے ...یا وہ کس قدر قیمتی ہے، خان نسیم خان نے اس کی وضاحت نہیں کی ... تاہم وہ اس کھلونے کے لیے حد درجے پریشان ہیں ۔''

☆☆☆☆☆

بوڑھا استاد

اس نے دروازے پر دستک دی ... ایک منٹ بعد قدموں کی چاپ سنائی دی ... پھر ایک بوڑھی آواز سنائی دی ۔

''کون ؟''

''آپ کا شاگرد ... جبران ۔''

اوہ اچھا !''

دروازہ کھل گیا ... جبران اندر داخل ہوگیا ... ساتھ ہی دروازہ اندر سے بند کرلیا گیا ... اس وقت جبران نے اپنے استاد پر ایک نظر ڈالی ... وہ پہلے کی نسبت کہیں بوڑھا نظر آرہا تھا ... آج اس نے اپنے استاد کو کئی سال بعد دیکھا تھا ...

''تم جبران ہی ہو ... کیسے بھول پڑے ۔''

''ایک مشکل میں پھنسا تو آپ یاد آئے ، بس ادھر آگیا ۔''

''اچھا کیا ... تمھیں یہاں آتے کسی نے دیکھا تو نہیں ۔''

''جی نہیں ... میں اسی لیے شام کے وقت آیا ہوں ... رات کو سب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں ، اس وقت چوراہوں پر کھڑی پولیس بھی کسی کو غور سے نہیں دیکھتی ۔''

''عقل مند ہو ... بہت اچھا کیا ... آؤ ... مجھے تفصیل سناؤ ...''

اس کا استاد اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا ... اس نے ساری کہانی سنادی ... بوڑھا خاموشی سے سنتا رہا ... اس کے خاموش ہونے پر بولا ۔

''پہلی بات تو یہ کہ تم نے یہاں آکر عقل مندی کا ثبوت دیا ... دوسری بات یہ کہ میں تمہار احلیہ بالکل بدل دیتا ہوں ... حلیہ قدرتی انداز میں تبدیل ہوگا ... مصنوعی چیز استعمال نہیں کی جائے گی ... لہٰذا کوئی بڑے سے بڑا جاسوس بھی تمھیں اس نئے حلیے میں دیکھ کر پہچان نہیں سکے گا ۔''

''بہت بہت شکریہ استاد ۔'' وہ خوش ہوگیا ۔

''ابھی ایک بات رہتی ہے ... سوال یہ ہے کہ ان چار افراد کو تمھارے بارے میں کس طرح معلوم ہوگیا ...''

''میں نے اس پر بہت غور کیا ہے استاد ... لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آسکی ...''

''میں تمھیں بتادوں گا ... فکر نہ کرو۔'' استاد مسکرایا۔

''تب پھر بتائیں۔''

''پہلے تم خود بتاؤ ... بھلا اس شہر میں تمھارے بارے میں اس قدر مکمل معلومات کس کے پاس ہیں۔''

''میں نے بہت سوچا ... بہت غور کیا، لیکن بات پلے نہیں پڑی۔''

''خیر! میں اس سلسلے میں تمھاری رہنمائی کرتا ہوں ... تم نے خود تو کسی ملنے والے سے یا کسی دوست سے اپنا ذکر کیا نہیں ہوگا ... کیونکہ آخر تم میرے شاگرد ہو۔''

''یہی بات ہے استاد؟''

''تب پھر بات صرف اور صرف ایک ہی ہوسکتی ہے ... اور وہ یہ کہ ان چاروں کا تعلق یا تو پولیس سے ہے یا جیل حکام سے ... کیونکہ ان دو اداروں ہی کو سزا یافتہ لوگوں کے بارے میں معلومات ہوتی ہیں۔''

''آپ ... آپ کا مطلب ہے ... ان لوگوں کا تعلق پولیس سے یا جیل کے عملے سے تھا۔''

''ہاں اور یہ کوئی زیادہ حیرت کی بات نہیں ... ہمارے ان دو محکموں میں بھی جرائم پیشہ عناصر موجود ہیں ... اب سوال صرف یہ ہے کہ کسی کو اس کھلونے کی کیا ضرورت تھی اور اس کھلونے کی کیا اہمیت

ہے ... اور اگر کوئی اہمیت تھی تو وہ اس طرح عام جگہ کیوں رکھا ہوا تھا ... ہمارے پاس ان میں سے کسی سوال کا جواب نہیں جبران بیٹے ... پولیس تمھاری تلاش میں ہوگی ... تم نے اچھا کیا کہ میرے پاس آگئے ... پولیس اب تم تک نہیں پہنچ سکے گی ... بس تم گھر سے باہر نہ نکلنا اور کوئی آئے تو تہہ خانے میں چلے جانا ... ہمیں ایک آدھ ماہ تک تو یہ احتیاط کرنا ہوگی ... پھر تم بدلے ہوئے حلیے میں شہر میں اپنا کوئی کام کر سکو گے۔''

''بہت بہت شکریہ! استاد ... ایک اور بات مجھے پریشان کیے دے رہی ہے۔

اور وہ یہ کہ ... بیگم نسیم خان اور اس کوٹھی کے سب ملازم بہت اچھے لوگ ہیں ... وہ میرے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے ... لیکن میں مجبور تھا ... اگر کھلونا وہاں سے اٹھا کر ان لوگوں کو نہ دیتا تو وہ مجھے جیل بھجوا دیتے۔''

''کاش! تم اس وقت میرے پاس آجاتے ... یعنی کوٹھی میں جانے سے پہلے ... میں اسی وقت تمھیں یہاں چھپا لیتا اور تمھیں کھلونا چرانا نہ پڑتا۔''

''اب تو یہ ہوگیا ہے استاد ... میں چاہتا ہوں ... بیگم صاحبہ کو

ساری بات بتادوں۔''

''ٹھیک ہے .... میں تمھیں ایک سم دے دیتا ہوں ... اس سے بات کرتے ہی سم کو بند کر دینا۔''

''ٹھیک ہے استاد ... فکر نہ کریں۔''

اور پھر استاد نے ایک سم اسے دے دی ... اس نے سم کو موبائل میں لگایا اور بیگم نسیم خان نسیم کے نمبر ملائے ... سلسلہ ملتے ہی اس نے کہنا شروع کیا۔

''بیگم صاحبہ! آپ پہلے میری بات سن لیں ... اگر میں آپ کے گھر سے وہ کھلونا نہ چراتا تو وہ لوگ مجھے جیل بھجوا دیتے۔''

''کیا مطلب ... آپ کون بات کررہے ہیں ... میں سمجھی نہیں۔''

''جی میں جبران ہوں ... میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہوا کیا ہے ... اور کیوں میں آپ کے گھر آیا تھا ... یہ کہہ کر اس نے ساری تفصیل بتادی ... پھر بولا:

''یہ ٹھیک ہے، میں ایک چور ہوں ... چوریاں کرتا رہا ہوں، اور ان لوگوں نے مجھے بلیک میل کرکے آپ کے گھر بھیجا تھا ... لیکن میں نے آپ کے گھر سے کھلونے کے سوا اور کچھ نہیں چرایا ... آپ کا اچھا سلوک مجھے زندگی بھر یاد رہے گا ... کاش میں خود کو پولیس کے حوالے کر

دیتا اور آپ کے گھر نہ آتا ...''

''اور میں بھی یہ کہتی ہوں کاش تم یہاں آکر یہ بات بتا دیتے ... میں تمھیں جیل جانے سے بچا لیتی ...''

''کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں ... اس کھلونے کی کیا اہمیت ہے۔''

''اس کھلونے کی کہانی عجیب ہے ... میں خود اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی ... خان صاحب کو ضرور معلوم ہے۔''

''اچھا خیر ... مجھے امید ہے ... آپ نے مجھے معاف کردیا ہوگا۔''

''ہاں! کیوں نہیں ... اللہ تمھیں خوش رکھے ...''

اور اس نے شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا ... اس کے استاد نے وہ سم اسی وقت جلادی اور اسے تہہ خانے میں جانے کا اشارہ کردیا ... عین اس وقت استاد کے دروازے پر دستک ہوئی ... وہ بہت زور سے اچھلا ... اس کی آنکھوں میں دنیا جہاں کی حیرت دوڑ آئی ... اس نے سرگوشی کی۔

''فوراً تہہ خانے میں چلے جاؤ۔''

وہ اسی وقت حرکت میں آگیا ... استاد نے اس کی آمد کے تمام آثار مٹا دیے اور پھر آنکھوں میں نیند کے آثار پیدا کرکے دروازے پر پہنچ گیا ... اس نے دروازہ کھولے بغیر کہا:

''کون ؟''

''بابا ! یہ میں ہوں ... آپ کا بیٹا ؟''

اس نے سکون کا سانس لیا اور برا سامنہ بناتے ہوئے دروازہ کھول دیا ... ساتھ ہی بولا:

''جگو میں نے تم سے کتنی بار کہا ہے کہ اتنی رات گئے گھر نہ آیا کرو ... اور یہ کیا ... تم آج پھر شراب پی کر آرہے ہو ۔''

''ہاں بابا ! آج پھر میں نے شراب پی لی ... لیکن تم آج کیوں جاگ رہے ہو بابا ...''

''جاگ کہاں رہا ہوں ... سو رہا تھا ... تمھاری دستک دینے پر جاگا ہوں ۔''

جگو یہ سن کر مسکرایا اور پھر بولا ۔

''میں نشے میں ضرور ہوں ... لیکن اتنا اندازہ لگا سکتا ہوں کہ اگر آپ سوئے ہوتے تو اتنی جلدی دروازہ نہ کھولنے آتے ۔''

''بھئی میں مکمل طور پر نہیں سویا تھا ... چلو تم آرام کرو ۔''

''لیکن بابا ... میں نے آپ کو کسی سے باتیں کرتے سنا ہے ... میں نے آتے ہی دستک نہیں دی تھی ... بلکہ پہلے یہ جاننے کے لیے دروازے سے کان لگائے تھے کہ آپ سو رہے ہیں یا جاگ رہے ہیں

... اس وقت میں نے سنا ... آپ کسی سے دبی آواز میں باتیں کررہے تھے ... پھر اس نے کسی شخص کو فون کیا تھا ... فون کرتے وقت وہ اپنی آواز نیچی نہیں رکھ سکا تھا ۔''

وہ دھک سے رہ گیا ... اس کا شرابی بیٹا تو اس سے بھی تیز تھا ... لمحے بھر کے لیے اس نے سوچا پھر بولا ۔

''تم نے ٹھیک کہا ... وہ میرا ایک شاگرد ہے ... کچھ دنوں تک پولیس سے چھپنا چاہتا ہے ... بس بات صرف اتنی ہے ... چاہو تو تہہ خانے میں جا کر اس سے مل لو اور اس بات کی تصدیق کر لو ... میں نیچے نہیں آؤں گا اور میرا موبائل تم ساتھ لے جاؤ ... تاکہ میں اسے خبردار نہ کرسکوں ۔''

''نہیں بابا ... مجھے تم پر اعتبار ہے ... تم بلاوجہ جھوٹ نہیں بولتے، لیکن ہم اسے کب تک یہاں رکھیں گے ... اس طرح پولیس ہمیں گرفتار کرسکتی ہے کہ ہم نے ایک مجرم کو پناہ دی ہے ... اس لیے آپ اس سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرلیں اور اگر اس کی گرفتاری پر یا پتا بتانے پر پولیس نے کوئی انعام وغیرہ رکھا ہے تو اسے پولیس کے حوالے کر کے انعام حاصل کرلیں ...''

''اوہو بیٹا ... وہ میرا بہت پیارا شاگرد ہے ... اس نے کسی زمانے

میں میری بہت خدمت کی ہے ... میں اسے پولیس کے حوالے نہیں کر سکتا ... دوسرے یہ کہ وہ کوئی مشہور چور نہیں ہے ، اس کی گرفتاری پر پولیس نے کوئی انعام نہیں رکھا ۔''

''ٹھیک ہے ... آپ جائیں ۔''

اور پھر اس کا بیٹا اندر چلا گیا ... جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ سو گیا ہے تو خاموشی سے تہہ خانے میں چلا آیا ... جبران جاگ رہا تھا ... اس نے اس سے کہا۔

''میرے بیٹے کو تمھارے بارے میں پتا چل گیا ہے ... وہ بالکل بے اعتبار ہے ... کل گھر سے باہر جائے گا تو دوستوں سے تمہارا ذکر کرے گا ... اس لیے میرا مشورہ ہے ... تم اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ ۔''

''بہت بہتر استاد ۔''

اپنے استاد کی ہدایت پر وہ اس گھر سے نکل گیا اور رات کی تاریکی میں گم ہو گیا ۔

دوسرے دن اس کے بیٹے نے گھر سے نکلتے ہی پولیس کو اطلاع دے دی کہ ان کے گھر میں ایک چور نے پناہ لے رکھی ہے ... جلد ہی وہ پولیس کے ساتھ گھر میں داخل ہوا ... اس کے باپ نے پولیس کو دیکھ

کر حیرت ظاہر کی ... لیکن اس کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ نمودار نہ ہوئی ... اس نے کہا :

''تھانے دار صاحب ! کیسے تشریف لائے ۔''

''استاد ! تمھارے بیٹے نے بتایا ہے کہ یہاں ایک چور نے پناہ لے رکھی ہے ۔''

''یہ رات نشے میں تھا، اس نے شراب پی رکھی تھی ... شراب کے نشے میں اس نے یہ بات محسوس کی ہو گی ... آپ میرے گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں ۔''

''ہاں ! کیوں نہیں ۔''

پولیس نے اچھی طرح تلاشی لی ... استاد نے خود ہی تہہ خانہ بھی دکھا دیا ... کیونکہ بعد میں اس کا بیٹا بھی تو انھیں بتاتا ... آخر پولیس تھک کر واپس چلی گئی ... اب استاد نے اپنے بیٹے سے کہا ۔

''تم نے اچھا نہیں کیا ... لیکن کل تم واقعی نشے میں تھے اور یہ بات تم نے ضرور نشے میں محسوس کی ہو گی ... کیونکہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے ...''

''ہاں بابا ! یہ تو ہے ۔'' اس نے فوراً کہا اور سر کو جھٹک دیا ۔

جب بیٹا باہر گھومنے پھرنے چلا گیا ، تب وہ تہہ خانے میں آیا

...اور جبران کے آثار مٹانے لگا ...ایسے میں اسے فرش پر ایک چیز نظر آئی ...اس کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں ۔

☆☆☆☆☆

بھالو

انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بجی :انھوں نے دیکھا ...فون سب انسپکٹر اکرام کا تھا :

''السلام علیکم اکرام !''

''وعلیکم السلام سر ...سر ایک عجیب سا معاملہ ہے ...میں نے سوچا، آپ سے مشورہ کرلوں ۔''

''ہاں اکرام کہو۔''

''سر !ہم نے ایک مشکوک آدمی کو گرفتار کیا ہے ...اس کے پاس سے اور تو کوئی چیز نہیں ملی ...بس ایک کھلونا برآمد ہوا ہے ...وہ کھلونا ہے ایک بھالو۔''

''لیکن اکرام ...پہلے تو یہ بتاؤ وہ مشکوک کیسے ہے۔''

''وہ ایک ایسے آدمی کے گھر سے نکلا ہے ...جس پر ایک مدت سے ہماری نظر ہے ...لیکن ہم آج تک اس کے بارے میں کوئی بات

ثابت نہیں کر سکے ... ہماری اس پر نظر اس لیے ہے کہ ایک روز وہ ایک
بھرے پُرے بازار سے گزر رہا تھا کہ اس کی جیب میں کوئی چیز ڈال کر
چلا گیا ... یہ بات وہاں موجود محمد حسین آزاد نے محسوس کر لی ،اس نے
نہایت خاموشی سے اس کا تعاقب کیا ... اور اس کے گھر تک جا پہنچا ...
جونہی وہ گھر میں داخل ہوا،اس کے پیچھے ہی محمد حسین آزاد داخل ہو گیا ...
اس نے پستول نکال کر اس پر تان دیا ... وہ شخص گھبرا گیا ... اس نے کہا
... کیا مطلب ... آپ میرے گھر میں چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح
کیوں داخل ہوئے ہو ...''

''محمد حسین نے اپنا تعارف کرایا اور پستول کے بل پر اس کی تلاشی
لی تو اس کی جیب سے ایک بھالو نکلا ... چھوٹا سا کھلونا بھالو۔''

''بس ؟'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''جی ہاں... بس ... اس بھالو میں کوئی خاص بات نہیں تھی ... اس
نے بھی یہی کہا کہ اس کی جیب میں کسی نے ڈالا ہے ... لیکن وہ نہیں
جانتا یہ کیا چیز ہے ... بہر حال وہ بھالو ہم نے دفتر میں جمع کروا دیا
... اور مشکوک آدمی کو چھوڑ دیا ... کیونکہ کوئی بات ثابت نہیں ہو سکی تھی
... تین دن بعد وہ کھلونا دفتر سے غائب ہو گیا۔''

''کیا مطلب ... غائب ہو گیا ... ہمارے دفتر سے ؟'' انسپکٹر جمشید

کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''جی ہاں ! ہمارے دفتر سے غائب ہو گیا ...''

''تب تو یہ معلوم کرنا بہت آسان ہے کہ یہ کس کا کام ہے۔''

''جی نہیں !'' اکرام کی آواز سنائی دی۔

''کیا مطلب ... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ کام آسان نہیں۔''

''جی ہاں !اس لیے کہ یہ کام دفتر کے کسی آدمی کا نہیں ہے ...
اس روز دفتر کی صفائی کرنے والا خاکروب نہیں آیا تھا ... اس کے چوٹ
لگی تھی ... اس نے اپنی جگہ کسی کو بھیج دیا تھا ... وہ آیا اور صفائی کے
ساتھ بھالو بھی لے گیا ... ہم نے جب اس خاکروب پر سختی کی تو اس
نے بتا دیا کہ اسے کسی نے زخمی کر دیا تھا ... پھر ایک شخص اس کے پاس
آیا ... اسے کچھ روپے دیے ، کچھ پھل دیے ... یہ کہہ کر یہ حادثہ ان کے
ایک عزیز کی غلطی سے ہوا ہے اور وہ بہت شرمندہ ہیں ... تمھاری جگہ
دفتر کی صفائی کے لیے کسی اور خاکروب کو بھی وہ خود بھیج دیں گے
... اس پر اس نے آنے والے کا شکریہ ادا کیا ... بس خاکروب کی کہانی
تو اتنی ہے ... دفتر میں جو صفائی کرنے والا آیا تھا ،ظاہر ہے وہ اس شخص
کا آدمی تھا ... جس نے خاکروب کو پھل وغیرہ دیے تھے ...''

''لیکن ہم اس خاکروب سے اس شخص کا حلیہ تو پوچھ ہی سکتے ہیں

اکرام اور دفتر کے کسی آدمی سے اس خاکروب کا حلیہ بھی پوچھا جا سکتا ہے ...''

''میں یہ کام کر چکا ہوں سر ... خاکروب نے ملاقاتی کا جو حلیہ بتایا ... وہ ہمارے ریکارڈ میں کہیں نہیں ہے ... نہ اس خاکروب کا حلیہ موجود ہے ... اب بتائیں ، ہم اس کیس میں کیا کر سکتے ہیں ... خیر یہ تو ہوا ... اب آج کی تازہ خبر یہ ہے کہ ہمارے ملک کے بہت معروف آدمی ہیں، خان نسیم خان ... سرکاری آفیسر ہیں ... محکمہ اطلاعات کے ڈائریکٹر ... ان سے کچھ روز پہلے ایک شخص نے ملاقات کی تھی ... اس نے خود کو نوادرات کا بیوپاری بتایا تھا اور بتایا تھا کہ اس کے پاس کچھ بہت ہی نادر چیزیں موجود ہیں ... اگر خان صاحب دیکھنا پسند کریں ... خان نسیم خان کو نوادرات میں بہت دلچسپی ہے ... انھوں نے نوادرات دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ... ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر دیکھتے رہے ... چند ایک چیزیں پسند کیں اور خرید لیں ... اس دوران کسی ضرورت کے تحت انھیں ایک آدھ منٹ کے لیے گھر کے اندر بھی جانا پڑا ... ملاقاتی تو اپنی رقم لے کر چلا گیا ... اور کافی دیر بعد پتا چلا کہ وہ ڈرائنگ روم میں اپنا کھلونا چھوڑ گیا ... یہ کھلونا نوادرات میں شامل تھا ہی نہیں ... انھوں نے یہ سوچ کر اسے آتش دان پر رکھ دیا کہ وہ آیا تو اسے دے دیں گے۔''

ملاقاتی تو نہ آیا ، اس طرح کئی دن گزر گئے ... اور پھر بھالو گھر کے لوگوں کے ذہن سے بھی نکل گیا ... بس وہ آتش دان پر رکھا رہ گیا ... اب چند دن پہلے اس گھر میں جبران نامی ایک شخص نے ملازمت کی ... وہ تین چار دن باقاعدہ آتا رہا ... پھر وہ نہیں آیا ... اس کے بعد کہیں جا کر اچانک گھر میں کسی کو اس بھالو کا خیال آیا تو وہ غائب تھا ... فوراً خیال جبران کی طرف گیا ... پولیس میں رپورٹ درج کرادی گئی ... بعد میں جبران کا خیال آیا کہ یہ ضرور اس کا کام ہے ... حیرت کی بات اس میں یہ ہے کہ آخر اس بھالو کی کیا اہمیت ہے ... کیونکہ اس کی کہانی بہت پراسرار لگتی ہے ... پہلے اسے ہمارے دفتر سے غائب کیا گیا ہے ... پھر اب اسے خان نسیم خان کے گھر پہنچایا گیا اور وہاں سے غائب کروایا گیا ... بس سوال یہ ہے کہ آخر اس بھالو میں کیا بات ہے ... اس کی کہانی بہت عجیب ہے ...'' یہاں تک کہہ کر اکرام خاموش ہوگیا ... تب انسپکٹر جمشید بولے۔

''کہانی دلچسپ ہے اور پراسرار بھی ... ہمیں اس کھلونے کا سراغ لگانا پڑے گا ... اور اس سلسلے میں ہمارے سامنے جو نام ہے ... وہ ہے جبران کا ... اکرام ... جبران کا جغرافیہ بتاؤ۔''

''بہت پرانے اور سابقہ جرائم پیشہ استاد کافو کا شاگرد ہے۔''

''استاد کافو۔''

''جی ہاں! لیکن اس نے جرائم کا راستہ بالکل چھوڑ دیا ہے ... یہ بات بہت پکی ہے۔''

''اسے چیک تو کرنا ہو گا۔''

''اس کے علاقے کے سب انسپکٹر نے اس کے گھر کی تلاشی لی ہے ... استاد کافو کے بیٹے نے خود تھانے دار کو بتایا تھا کہ اس کے باپ نے کسی کو تہہ خانے میں پناہ دے رکھی ہے ... تھانے دار نے تلاشی لی ... تو استاد کافو نے خود ہی اپنے گھر کا تہہ خانہ بھی دکھا دیا ... سارے گھر کی تلاشی لینے پر بھی وہاں جبران نہیں ملا ... استاد کافو نے تھانے دار کو بتایا کہ اس کا بیٹا شراب کا عادی ہے، رات کے وقت بھی اس نے شراب پی رکھی تھی ... اس نے نشے کی حالت میں یہ بات کی تھی کہ میں نے کسی کو پناہ دی ہے ... ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ... لہٰذا تھانے دار وہاں سے ناکام واپس آگیا ... اب آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں۔''

''استاد کافو سے مجھے خود ملنا ہو گا، کیونکہ اس معاملے میں گھماؤ پھراؤ لگتا ہے۔''

''شکریہ سر۔'' اکرام خوش ہوگیا ... گویا وہ خود بھی یہی چاہتا تھا۔

اور پھر اسی شام انسپکٹر جمشید اکرام کے ساتھ استاد کافو کے

دروازے پر پہنچ گئے ... دستک کے جواب میں استاد نے خود دروازہ کھولا اور پھر اس کی آنکھوں میں حیرت جاگ اٹھی ... اس کے منہ سے نکلا۔

''آپ ... حیرت ہے ... کمال ہے ... تو آپ بھی اس خیال کے تحت آئے ہیں کہ میں نے اپنے گھر میں کسی جرائم پیشہ کو چھپا رکھا ہے۔''

''اس کا مطلب ہے ... تم نے مجھے پہچان لیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''آپ کو نہیں پہچانوں گا ... آپ اندر آجائیں ... میں ساری بات بتا دیتا ہوں، کیونکہ آپ سے کچھ چھپانا آ بیل مجھے مار والی بات ہے۔''

وہ مسکرادیے اور اس کے ساتھ اندر آگئے ... انھوں نے دیکھا ڈرائنگ روم بے حد گندا تھا ... چیزیں ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں ... کوئی چیز بھی صاف ستھری اور سلیقے کی نظر نہیں آرہی تھی ... کرسیاں بھی صدیوں پرانی لگتی تھیں۔

''آپ تشریف رکھیے اور یہ بتائیے ... چائے پینا پسند کریں گے یا۔''

''ڈیوٹی کے دوران ہم کچھ نہیں پیتے ... آپ بس وہ بات بتا دیں جس کی خاطر ہم آئے ہیں۔''

''اچھی بات ہے ... آپ کو معلوم ہی ہے ... میں کسی زمانے میں جرائم پیشہ آدمی تھا ... بلکہ جرائم پیشہ لوگوں کو منصوبے بنا کر دیا کرتا تھا اور گھر بیٹھے دولت سمیٹا کرتا تھا ... انھی دنوں میں نے ایک شاگرد بھی بنایا تھا ... اس کا نام جبران ہے ... لیکن جب میں نے جرائم کا راستہ چھوڑ دیا ... یعنی اپنی سزا کاٹ کر فارغ ہوا تو پھر کوئی جرم نہ کرنے کی ٹھانی ... لہٰذا جبران سے بھی صاف کہہ دیا کہ اب میں جرائم کا راستہ چھوڑ چکا ہوں ... لہٰذا تمھیں پناہ نہیں دے سکتا ... بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ پہلے میں نے اسے اپنے گھر کے تہہ خانے میں رکھ لیا تھا ... لیکن پھر خیال آیا کہ اتنی مدت سے جرم چھوڑ چکا ہوں ... کہیں اس کی وجہ سے میں پھر نہ پھنس جاؤں ... یہ خیال آتے ہی میں نے اسے گھر سے چلے جانے کے لیے کہہ دیا اور وہ چلا گیا ... میرے بیٹے نے بھی واقعی اسے دیکھ لیا تھا ... لیکن جب وہ پولیس کو لے کر آیا ، اس وقت تک میں اسے نکال چکا تھا ... کہانی تو بس اتنی سی ہے ... اب اگر مجھ سے غلطی ہو گئی ہے ... جرم ہو گیا ہے تو میں اس جرم کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں ۔''

''اس کا فیصلہ بعد میں ہو گا ... پہلے تو ہم آپ کے گھر کی تلاشی لیں گے ۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا ۔

''گویا آپ کو میری بات پر یقین نہیں آیا ۔'' اس نے سن کر کہا ۔

''بات یقین آنے نہ آنے کی نہیں ... اپنے اصول کی ہے ... ہم لوگوں کو جرائم پر کام کرتے ہوئے بہت سبق حاصل ہو چکے ہیں ... لہٰذا ہم کسی کی بات پر بھی فوراً یقین نہیں کر لیتے ... اپنا کام کرتے ہیں اور نتیجہ نکالتے ہیں ...''

''گھر آپ کے سامنے ہے ...'' اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر اشارہ کیا ۔

اور پھر انھوں نے تلاشی کا عمل شروع کیا ... تہہ خانہ بھی دیکھا ... لیکن کوئی چیز نہ مل سکی ...

''تہہ خانہ آپ نے کیوں بنوایا ۔''

''آپ کو معلوم تو ہے ... میں جرائم پیشہ رہ چکا ہوں ۔''

''اوہ ہاں واقعی ! استاد کافو میں چلنے سے پہلے آپ سے ایک بات کہہ دینا پسند کروں گا ... اگر آپ واقعی جرائم چھوڑ چکے ہیں تو یہ آپ کی خوش قسمتی ہے اور اگر آپ ابھی بھی جرائم میں الجھے ہوئے ہیں اور اس کیس سے آپ کا تعلق ہے تو آپ میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکیں گے ، چاہے آپ کتنے بھی ہوشیار ، چالاک اور تجربہ کار کیوں نہ ہوں ... اس بات کو ذہن میں رکھیے گا اور پھر آپ کو ایک آخری موقع دیتا ہوں ... اب بھی وقت ہے ... جو اصل بات ہے ، وہ بتا دیں ... اگر بعد میں کوئی

اور بات سامنے آئی تو پھر میں رعایت نہیں کروں گا۔''

''اور کوئی بات نہیں ہے ... جتنی تھی، میں آپ کو بتا چکا ہوں۔''
اس نے کہا۔

''اچھی بات ہے ... آؤ اکرام چلیں۔''

اور وہ باہر نکل آئے ... گاڑی میں بیٹھ کر واپسی کا سفر شروع کرتے ہوئے وہ بولے۔

''کیا خیال ہے اکرام۔''

''سر! ہماری اطلاعات کے مطابق یہ شخص واقعی اب شریفانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔''

''تب تو ٹھیک ہے ... ہوسکتا ہے اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہ ہو اور جبران پرانے تعلقات کی بنیاد پر یہاں چھپنے کے لیے آ گیا ہو اور اس نے پناہ دے دی ہو، لیکن بعد میں خیال آنے پر ... یا بیٹے کی وجہ سے چلے جانے کے لیے کہہ دیا ہو... ان حالات میں تو یہ شخص بے قصور ہی ہو گا ... ویسے اکرام میرا ایک مشورہ ہے۔''

''اور وہ کیا سر۔''

''ایک سادہ لباس والے کو اس کی نگرانی پر لگا دو... وہ ضرورت سے زیادہ ہوشیار آدمی ہونا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے سر ...'' ''اور جونہی اس کی طرف سے کوئی اطلاع ملے ... بتا دینا ... میں کافی الجھن محسوس کر رہا ہوں۔''

''بہت بہتر سر۔''

پھر اکرام کو اتار کر وہ گھر پہنچے ... دستک دیتے وقت انھیں محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی بات انھیں مسلسل پریشان کر رہی ہے ... پھر جونہی انھوں نے دستک دی ... اندر سے آواز آئی۔

''بھالو والے معاملے میں کیا رہا ابا جان۔''

''کیا مطلب! وہ زور سے چونکے ... اسی وقت دروازہ کھل گیا ... انھوں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور لگے انھیں گھورنے۔

''یہ ... یہ آپ ہمیں اس طرح کیوں گھور رہے ہیں۔''

''پہلے تم بتاؤ ... تمھیں کیسے پتا چلا کہ ہم اس کیس پر کام کر رہے ہیں۔''

''دیکھیے ابا جان ... آج سے پہلے آپ ہم سے یہ پوچھا کرتے ہیں ... آج ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ ... ہم نے یہ بات کیسے جان لی۔''

''اوہ اچھا! یہ بات ہے ... ایک منٹ ٹھہرو ... میں حالات پر غور کر لوں۔''

انھوں نے سوچنا شروع کیا ہی تھا کہ چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی
...وہ بول اٹھے ۔

''اوہ ! یہ تو سامنے کی بات نکل آئی ... تم نے اکرام کو فون کیا ہو
گا ...وہ بھی ابھی ابھی ،بس اس سے معلوم ہو گیا ہو گا ۔''

''دھت تیرے کی ۔'' فاروق نے برا سا منہ بنا کر بلند آواز میں
کہا ۔

''محمود بننے کی کوشش نہ کرو ۔'' فرزانہ بھنا کر بولی ۔

''اب میں فرزانہ بننے سے تو رہا ۔'' فاروق اس کی طرف پلٹا ۔

''ختم کرو بھئی ... پہلے بھالو پر بات ہو جائے ۔''

''اس سے پہلے ہم یہ بات کیوں نہ بتا دیں کہ ہمارے ہاں بھی
ایک عدد بھالو آ چکا ہے ۔''

''کیا!!!'' وہ چلا اٹھے ۔

☆☆☆☆☆

نہیں جمشید

انھوں نے تینوں کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا ...

''کیا کہا تم نے ،ہمارے گھر میں بھی ایک بھالو آ چکا ہے ...''

''جی ہاں اور وہ ڈرائنگ روم کے آتش دان پر موجود ہے ۔''
فاروق شوخ انداز میں مسکرایا ۔

''اوہو ...اچھا ...یہ کہتے ہی وہ ڈرائنگ روم کی طرف جھپٹے
...انھوں نے دیکھا ،ڈرائنگ روم کے آتش دان پر ایک بھالو واقعی موجود
تھا ۔

اللہ اپنا رحم فرمائے ...یہ کیا ہو رہا ہے ...یہ کیسے آیا ۔''

''یہی تو ہمیں معلوم نہیں ۔''

''کیا مطلب ؟'' وہ اچھل پڑے ... پھر مارے حیرت کے بولے ۔

''کیا کہہ رہے ہو ؟''

''یہی بات ہے ابا جان ! ہم نہیں جانتے ... یہ کیسے پہنچا ۔''

''یہ کیسے ممکن ہے ... ہمارے گھر میں کوئی چیز اس طرح کیسے آسکتی ہے کہ کسی کو پتا تک نہ چلے ،کیا تمھاری امی کا کہنا بھی یہی ہے۔''

''جی ہاں !بیگم جمشید کی آواز سنائی دی ... ساتھ ہی وہ ڈرائنگ روم میں آگئیں۔

''صبح جب میں دفتر گیا اور یہ تینوں سکول گئے ... کیا اس وقت بھی یہ یہاں موجود تھا ...''

''مجھے معلوم نہیں ... کیونکہ خاص طور پر تو یہ دیکھنے کے لیے ڈرائنگ روم میں نہیں گئی تھی ... یہ تو آپ لوگوں کے جانے کے بعد جب میں اندر صفائی کرتے ہوئے آتش دان تک پہنچی ،اس وقت میں نے اسے دیکھا ... مجھے حیرت سی ہوئی کہ یہ یہاں کیسے آگیا ... پھر جب دوپہر کو یہ تینوں گھر آئے تو میں نے ان سے کہا ،تم میں سے یہ بھالو یہاں کون لایا ہے۔''

اس پر تینوں نے بتایا کہ یہ کام ان کا تو ہرگز نہیں ... اب سوال یہ تھا کہ پھر یہ بھالو اندر کیسے پہنچا ... ابھی یہ سوال ذہنوں میں گونجا ہی تھا کہ محمود نے سب انسپکٹر اکرام کو فون کر دیا ... اس سے معلوم ہوا کہ خود آپ بھی ایک بھالو کے سلسلے میں الجھے ہوئے ہیں ... یہاں تک کہہ کر

وہ خاموش ہوگئیں۔

''اس سے پہلے کہ ہم معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں ... پہلے یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ یہ خطرناک تو نہیں ہے۔''

یہ کہہ کر انھوں نے اپنی گھڑی کا ایک بٹن دبایا اور اسے بھالو کے قریب کر دیا ... گھڑی پر کوئی اشارہ موصول نہیں ہوا ... اس پر وہ بولے۔

''فوری طور پر تو کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا ... لیکن مزید اطمینان کر لینا بہتر ہوگا۔''

یہ کہہ کر انھوں نے پروفیسر داؤد کے نمبر ڈائل کیے ... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔

''بہت اچھے موقع پر فون کیا جمشید ... میں اور خان رحمان اس وقت سیر کا ایک پروگرام ترتیب دے رہے تھے ... ہم پہلے ہی تم لوگوں کو اس پروگرام میں شامل کر چکے ہیں،تھوڑی دیر تک پوری تفصیل بتانے کے لیے فون کریں گے۔''

''وہ بعد میں کرلیں گے ... پہلے آپ یہاں آجائیں ... ایک کھلونا چیک کرانا ہے ... اور مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم فی الحال گھر سے نہ نکلیں ... پہلے اس کھلونے کی حقیقت جان لیں بس۔''

”یہ کیا... تم آج کل کھلونوں سے کھیلنے لگے۔“

”بس کیا کروں... آپ آجائیں پہلے...“ یہ کہہ کر انھوں نے فون بند کر دیا... جلد ہی پروفیسر داؤد خان رحمان کے ساتھ وہاں پہنچ گئے... انھوں نے کھلونا ان کے سامنے کر دیا... پروفیسر صاحب نے اپنے آلات کے ذریعے اس کا اچھی طرح جائزہ لیا، پھر بے فکر ہو کر بولے۔

”اس میں کوئی خطرناک مادّہ نہیں ہے... لہذا یہ پھٹے گا تو ہرگز نہیں... البتہ میں یہ بات ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس میں کوئی بات ہے ضرور... مثلاً جمشید... میں تم ہی سے پوچھتا ہوں... کیا تم بتا سکتے ہو... یہ کس چیز کا بنا ہوا ہے۔“

”ہاں! کیوں نہیں... یہ پلاسٹک کا ہے۔“

”نہیں جمشید۔“ وہ بولے۔

”کیا مطلب؟“ انھوں نے ایک ساتھ چونک کر کہا۔

”یہ پلاسٹک کا نہیں ہے۔“

”اوہو اچھا!“

وہ سب کھلونے کو غور سے دیکھنے لگے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

”لوہے کا بھی نہیں ہے۔“

”ہاں! سلور کا بھی نہیں۔“ پروفیسر بولے۔

”تب پھر... آخر کس چیز کا ہے۔“

”تانبے کا بھی نہیں ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے... یہ کسی چیز کا ہے بھی یا نہیں۔“

”بس یہی تو معلوم نہیں کہ یہ کس چیز کا بنا ہوا ہے... شاید یہ کسی ایسی دھات کا بنا ہوا ہے... جس سے ہم واقف نہیں۔“

”ایسی کون سی دھات ہو سکتی ہے بھلا۔“

”دنیا میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو ہم آج تک نہیں دیکھ سکے... شاید یہ دھات کسی ایسے علاقے کی ہے... جہاں آج تک انسان نہیں پہنچ سکا... لیکن یہ ایک خیال ہے... ہو سکتا ہے بات کچھ اور ہو۔“

”یہ تم تک پہنچا کیسے جمشید۔“ خان رحمان نے پوچھا۔

”ہاں! یہ اور زیادہ دلچسپ بات ہے... ہم میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں کہ یہ ہمارے گھر میں کیسے آیا۔“

”کیا مطلب؟“ جمشید تمہارے گھر میں اور کوئی چیز اس طرح آجائے کہ تم میں سے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، یہاں تک کہ بھابھی صاحبہ کو بھی پتا نہ چلے۔“ خان رحمان نے سرسراتی آواز میں کہا۔

”ہاں! یہ بات ہمارے لیے عجیب ہے... راز معلوم کرنے کے

لیے اب ہم کوشش کر رہے ہیں ...فوری طور پر تو یہ جاننا ضروری تھا
کہ یہ کوئی خطرناک چیز تو نہیں ہے ...بم کی طرح پھٹ تو نہیں سکتا
...اب جب کہ اس طرف سے اطمینان ہوگیا ہے ...تو میں بیگم صاحبہ
سے پوچھتا ہوں۔'' اسی وقت بیگم جمشید چائے کی ٹرے لیے ہوئے
ڈرائینگ روم کے دروازے پر آئیں تو انسپکٹر جمشید نے ان سے پوچھا۔

''کل رات ہمارے ایک پڑوسی ملنے کے لیے آئے ،میں نے
انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا ...وہیں چائے پلائی تھی ...میرا چہرہ
آتش دان کی طرف تھا ... اگر یہ کھلونا اس وقت یہاں موجود ہوتا تو
میں فوراً بھانپ لیتا ...لہذا میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کل
رات تو کم ازکم یہ یہاں نہیں تھا...اور صبح آپ کو نظر آیا ...اس کا
مطلب ہے ،یہ رات میں کسی طرح یہاں تک پہنچایا گیا ... سوال یہ ہے
کہ کیسے۔''

''یہ تو آپ بتائیں گے۔'' بیگم بولیں۔

''ہاں !ٹھیک کہا، خیر ہم پہلے گھر کا جائزہ لیں گے ... کیونکہ اگر
یہ رات کے وقت گھر میں داخل کیا گیا ہے تو پھر چھت کے راستے ہی
لایا گیا ہے ...لہذا پہلے ہم چھت کا جائزہ لیں گے۔''

اب وہ چھت پر آئے اور چھت کا بہت غور سے جائزہ لیا

...زینے کا دروازہ بھی اندر سے بند ملا تھا ...اب امکان صرف رسی کا
رہ گیا تھا ...یعنی چھت پر پہنچ کر کسی نے رسّی گرل سے باندھ کر نیچے
لٹکائی ہو اور اس کے ذریعے نیچے اترا ہو ...انھوں نے گرل کا جائزہ
لیا...وہاں رسی کی رگڑ کے تازہ نشانات موجود تھے۔

''شاید یہاں سے کوئی آیا ہے، مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ نہ
میری آنکھ کھلی اور نہ تم لوگوں کو پتہ چلا۔''

ابا جان !آپ بھول رہے ہیں۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''مم میں بھول رہا ہوں ...یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ میں بھول
رہا ہوں ،لیکن یہ تم بتاؤ کہ میں کیا بھول رہا ہوں۔''

''جی ہاں !کیوں نہیں ...آپ اس ملاقاتی کو بھول رہے ہیں
...ہو سکتا ہے ،نظر بچا کر کھلونا رکھ گیا ہو۔''

''کافی پرانے پڑوسی ہیں ... کبھی کبھار ملاقات کے لیے آجاتے
ہیں ...وہ ایسے لگتے تو نہیں ... لیکن چونکہ اس وقت یہ بات سامنے نہیں
تھی اور اس نظریے سے ان کے چہرے کا جائزہ نہیں لیا ،اس لیے ایسا
ہو سکتا ہے ... خیر ہم ان سے بھی مل لیتے ہیں ...بلکہ میں اکیلا ہی جا کر
ان سے مل آتا ہوں ...مجھے دیکھتے ہی اگر ان کا رنگ اڑا تو پھر کھلونا
وہی رکھ گئے تھے ...اور اگر ان کے چہرے پر حیرت اور خوف کے آثار

نظر نہ آئے تو پھر ان پر شک نہیں کیا جا سکتا ...'' یہ کہہ کر وہ اٹھے اور گھر سے نکل گئے ... جلد ہی ان کی واپسی ہوگئی ... انھوں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

''نہیں ! یہ ان کا کام نہیں ... میں نے اطمینان کر لیا ہے۔''

''یہ تو پھر عجیب بات لگتی ہے ... بلکہ عجیب ترین ... ہمارے گھر میں ایک چیز پہنچ گئی ... اور ہم یہ معلوم نہیں کر پار ہے کہ آخر وہ اندر کس طرح آگئی۔'' محمود نے مارے حیرت کے کہا۔

''ایک منٹ ! کیوں نہ ہم خان نسیم خان سے پوچھ لیں کہ بھالو ان کے گھر میں کیسے آیا تھا۔'' فرزانہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''اچھا خیال ہے۔''

انھوں نے اکرام کو فون کر کے خان نسیم خان کے نمبر معلوم کیے ،پھر ان کا نمبر ڈائل کیا اور ان کی آواز سن کر بولے۔

''السلام علیکم ! میں انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں ... کھلونے کی بات ہم تک پہنچی ہے ... اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے اپنے گھر میں بھی ایسا ہی ایک بھالو رکھا نظر آیا ہے ... ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کے گھر میں کھلونا آیا کیسے۔''

''کیا کہا آپ نے ... آپ کے گھر میں بھی بھالو۔'' وہ مارے

حیرت کے چلائے۔

''جی ہاں ! لیکن ہم ابھی تک یہ نہیں جان سکے کہ ہمارے گھر میں کھلونا آیا کیسے ... لہذا ہم نے سوچا آپ سے پوچھتے ہیں۔''

''یہی اس معاملے کا سب سے عجیب پہلو ہے۔''

''کیا مطلب ؟'' وہ چونکے۔

''ہمیں نہیں معلوم ... وہ کھلونا کیسے گھر میں آیا تھا ... گم ہونے سے پہلے اس پر نظر ضرور پڑی تھی ... لیکن کسی نے ایک دوسرے سے نہیں پوچھا کہ وہاں کیسے آگیا ...''

''اوہ ... کیا ہم آپ کے گھر آسکتے ہیں ... شاید ہم پتا چلا سکیں۔''

''کیا آپ نے اپنے گھر میں پتا چلا لیا ہے ؟'' انھوں نے پوچھا۔

''جی نہیں ... ہم ابھی تک سراغ نہیں لگا سکے۔''

''تب پھر آپ یہاں کیسے سراغ لگا لیں گے۔'' وہ بولے۔

''کیا آپ یہ بات طنزیہ کہہ رہے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے قدرے حیران ہو کر پوچھا ، کیونکہ خان نسیم خان بہت اچھے اخلاق والے انسان مشہور تھے ... اور اچھے اخلاق والے لوگ طنز نہیں کرتے۔

''نہیں ... میں نے یہ بات قطعاً طنزیہ انداز میں نہیں کہی ... یونہی

ذہن میں سوال ابھرا تھا ... آپ شوق سے آسکتے ہیں ... میں گھر میں ہی ہوں ... آپ سے ملاقات کر کے خوشی محسوس کروں گا ۔''

''بہت بہت شکریہ! ہم آرہے ہیں ۔''

اور پھر وہ بیگم جمشید کو چوکنا رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے گھر سے نکل گئے ... جلد ہی وہ خان نسیم خان کی کوٹھی میں موجود تھے ... خان صاحب ان سے گرم جوشی سے ملے ۔

''آپ کا بہت نام سنا ہے ... آج ملاقات بھی ہو گئی ... آئیے میں آپ کو دکھاتا ہوں ۔'' انھوں نے کہا اور ڈرائنگ روم میں لے آئے ۔

''کھلونا یہاں تھا ... ہمیں یہیں نظر آیا تھا ... لیکن ہم میں سے کسی نے ایک دوسرے سے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ کھلونا کون لایا ہے ... کیونکہ وہ عام کھلونا تھا ... ہمارے ہاں آج تک اولاد نہیں ہوئی ... بیگم صاحبہ بازار سے ایسی چیزیں بغیر وجہ کے بھی لے آتی ہیں ... میں نے خیال کیا کہ وہ لائی ہوں گی ... انھوں نے خیال کیا کہ میں لایا ہوں گا ... ملازمین نے بھی یہی سوچا ہو گا کہ ہم میں سے کوئی لایا ہوگا ، لہٰذا کوئی بات نہیں پوچھی گئی ... جب وہ غائب ہو گیا تو اس کا خیال آیا ... یہ بھی سوچنا پڑا کہ نہ جانے کیا چکر ہے ... اس لیے پولیس

اسٹیشن کو فون کیا ... پھر آئی جی صاحب سے بھی ذکر کر دیا ۔''

''آپ نے اچھا کیا ... ہم ذرا آپ کی کوٹھی کا جائزہ لیں گے ۔''

''ضرور کیوں نہیں ... میں ملازم کو بلاتا ہوں ... وہ دکھا دے گا آپ کو ۔''

انھوں نے باہر کھڑے پہرے داروں میں سے ایک کو ان کے ساتھ کر دیا ... انھوں نے اس کے ساتھ پوری کوٹھی کا جائزہ لیا ... خان نسیم خان کی کوٹھی کے چاروں طرف ایک بڑا باغ تھا ... درمیان میں کوٹھی تھی ... پہرے دار باہر بیرونی دروازے پر رہتے تھے ... چار دیواری بہت اونچی تھی ... اس ساری چار دیواری کا جائزہ لے لیا گیا ... لیکن کسی کے اندر آنے کے آثار نظر نہ آئے ... چھت کا بھی جائزہ لیا ... کسی طرف سے چھت پر آنے کا کوئی راستہ نہیں تھا ... اور اس کا مطلب ہے ... اگر راستہ تھا تو صدر دروازے کا تھا ... اس لیے آخر کار کاشف اور عارف کو اپنے سامنے بٹھا لیا گیا ... انسپکٹر جمشید نے غور سے انھیں دیکھا ... پھر بولے ۔

''پوری کوٹھی کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کھلونا صدر دروازے کے ذریعے اندر آیا تھا اور دروازے پر آپ موجود ہیں ... لہٰذا آپ بتائیں کھلونا اندر کیسے آیا؟''

''ہمیں نہیں معلوم ...'' دونوں ایک ساتھ بولے ۔

''رات کو پہرے پر کون ہوتا ہے ۔''

''ہم دونوں ہی ہوتے ہیں ۔''

''اگر دن میں بھی آپ دونوں ہوتے ہیں اور رات کو بھی تو آپ سوتے کس وقت ہیں ۔''

''ہم باری باری پہرہ دیتے ہیں ... ہمارے اوقات مقرر ہیں ۔''

''اوہ اچھا ... مطلب یہ کہ آپ دونوں ہی دن رات کے ملازم ہیں اور آپ نے اپنے اوقات تقسیم کر رکھے ہیں ۔''

''جی ہاں ... ہمیں اس میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی ... ہم چوکیداری کے عادی ہیں ... بلکہ کسی وقت ایک کو آرام کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تو وہ بھی باہر ہی آجاتا ہے ... ہم دونوں دراصل سگے بھائی ہیں اور اس کوٹھی کے بہت پرانے ملازم ہیں ... یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہم حکومت کی طرف سے مقرر نہیں ... بلکہ غیر سرکاری ہیں ... آپ یوں کہہ لیں کہ ہم اس گھر کے خاندانی ملازم ہیں ... ہمارے والد بھی اسی گھر کے ملازم تھے ...''

''ہم سمجھ گئے ... آپ لوگوں پر شک نہیں کیا جا سکتا ... آپ کا کیا خیال ہے ... کھلونا اندر کیسے پہنچا ؟''

''یہ ہماری زندگی کا حیرت انگیز ترین سوال ہے ... ہم نے خود بھی پوری کوٹھی کا جائزہ لیا ہے ... لیکن ہم جان نہیں سکے ... کہ وہ اندر کیسے پہنچا ... اور آپ کا یہ خیال بھی درست ہے کہ اندر داخل ہونے کا ایک ہی راستہ ہے ... اور وہ ہے صدر دروازہ ... لیکن ہمارے ذریعے وہ اندر ہرگز نہیں پہنچا ... اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو ہم اپنی گردنیں کٹوانے کے لیے تیار ہوں گے ۔''

''شکریہ ! ہم آپ پر شک نہیں کر رہے ... جائزہ لے رہے ہیں ... خیر آپ ذرا خان صاحب کو بتا دیں کہ ہم جا رہے ہیں ۔''

''جی اچھا ! آپ ٹھہریں ... وہ آپ کو خود رخصت کرنا پسند کریں گے ۔''

یہ کہہ کر کاشف اندر چلا گیا اور خان صاحب کو بلا لیا ۔

''تو آپ نہیں جان سکے ؟''

''جی نہیں ... اور یہ بات کافی پر اسرار ہے ۔''

''اللہ کا شکر ہے کہ اس کیس پر آپ کام کر رہے ہیں ... اور میں اطمینان محسوس کر رہا ہوں ... آپ ضرور سراغ لگا لیں گے ۔''

''ان شاء اللہ ... اب ہم چلتے ہیں ۔''

وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے ... اور صدر دروازے کی طرف چل

پڑے ... خان صاحب ان کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔

''آپ زحمت نہ کریں۔''

''نہیں ... مہمان کو دروازے تک رخصت کرنا چاہیے۔'' خان صاحب مسکرا دیے۔

دروازے پر پہنچا کر اور انھیں رخصتی انداز میں سر ہلا کر وہ واپس مڑ گئے ...

اس وقت اچانک فرزانہ کو ایک بہت عجیب خیال آیا۔

☆☆☆☆☆
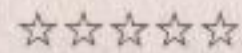
سازش

''اباجان! ایک خیال آیا ہے، لیکن وہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔''

''خیر تم بتاؤ۔'' انھوں نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''ابھی کچھ ہی دن پہلے ہمارے ملک میں جیرال صاحب آئے تھے ... ان کی وجہ سے کافی ہنگامہ رہا تھا ... لیکن وہ اپنے منصوبے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے ... البتہ بچ کر نکل گئے تھے، انھوں نے پھر آنے کا چیلنج دیا تھا ... کہیں وہ پھر تو نہیں آ گئے ... اور یہ بھالو والا چکر انھوں نے تو نہیں چلایا ... فرزانہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئی۔

''یہ بات امکان سے باہر تو خیر نہیں ... لیکن فی الحال کہیں بھی جیرال کے آثار نظر نہیں آئے ... جیرال میں ایک خوبی ہے ... اور وہ یہ ہے کہ آتے ہی پہلے اپنی جھلک دکھاتا ہے ... چھپ کر وار نہیں کرتا ... لہٰذا اگر یہ کام اس کا ہوتا تو وہ پہلے ہمیں اپنی جھلک ضرور دکھاتا ... اس لیے ایسا نظر نہیں آتا ...''

''بس ٹھیک ہے ... ورنہ میں تو اسی پہلو پر سوچتی رہتی کہ کہیں یہ سارا چکر جیرال کا چلایا ہوا تو نہیں ۔''

''ابھی تک ایسی بات نظر نہیں آتی ... ویسے میں نے ایک نتیجہ اور نکال لیا ہے ...''

''اور وہ کیا ۔'' سب فوراً بولے ۔

''یہ خان نسیم خان کے خلاف کوئی سازش ہے ... اور بہت جلد خان نسیم احمد خان اس سازش کی لپیٹ میں آنے والے ہیں ... لیکن ابھی اس کا انھیں احساس نہیں ...''

''تو آپ انھیں خبردار کردیں ۔''

''میرے خبردار کردینے سے کچھ نہیں ہوگا ... کیونکہ سازش کا تیر چلایا جاچکا ہے ۔''

''جی ... کک ... کیا کہا ... سازش کا تیر ... یہ ... یہ تو ... کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے ۔''

''دھت تیرے کی ... ارے بھائی ! اگر یہ کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے تو تمھیں اس قدر گھبرانے اور ہکلانے کی کیا ضرورت پڑگئی ۔'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا ۔

''ضرورت پڑگئی نا ۔'' وہ مسکرایا ۔

''لیکن کیا ؟'' فرزانہ نے اسے گھورا ۔

''ہزارہا ناموں پر ناولوں کے ناموں کا گمان گزرا ہے ... لیکن آج تک اتنا زبردست نام سامنے نہیں آیا ... واہ ... سازش کا تیر ... جو چل چکا ہے ...'' فاروق نے کہا ۔

''اچھا بھائی ... ہوگا ۔'' محمود نے منہ بنا کر کندھے اچکائے ۔

''اور میں تو ایک قدم آگے بڑھ کر یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ جلد ہی ہم کوئی خوفناک خبر سننے والے ہیں ۔'' انسپکٹر جمشید بولے ۔

''لیکن ابا جان ! اس سازش کا ہم سے کیا تعلق ... کھلونا ہمارے گھر میں کیوں رکھا گیا ۔''

''سازشی ذہن ہمیں بھی اس کیس میں الجھانا چاہتا ہے ... تاکہ ہم اس کیس پر کام نہ کرسکیں ... یعنی قانون ہمیں روک دے کہ تم لوگ تو خود اس کیس میں ملوث ہو، لہذا تم تفتیش نہیں کرسکتے ۔''

''نن نہیں !'' مارے حیرت اور خوف کے ان کے منہ سے نکلا ۔

''اور میرا خیال ہے ... ہمیں فوری طور پر غائب ہوجانا چاہیے ... ورنہ ہمارے پاس چھپنے یا فرار ہونے کا وقت نہیں رہ جائے گا ... ہم لپیٹ میں آجائیں گے ۔''

''آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں ابا جان ۔'' فرزانہ نے

بوکھلا کر کہا۔

''میں خود ڈرا ہوا ہوں ...''

''اللہ اپنا رحم کرے۔''

''آؤ ... جلدی کرو۔''

وہ آندھی اور طوفان کی طرح گھر پہنچے ... جلدی جلدی ضروری چیزیں سمیٹیں اور شکیلہ بیگم سے بولے۔

''لو شکیلہ بیگم ... ہم تو چل دیے۔''

''ہم تو چل دیے ... کیا مطلب ... کہاں چل دیے۔''

''کسی نامعلوم مقام پر ... آرام کرنے جا رہے ہیں۔''

''تو مجھے بھی ساتھ لے چلیں ... میں یہاں تنہا رہ کر کیا کروں گی۔''

''اگر تم بھی ہمارے ساتھ ہوئیں تو شہر کی خبریں ہمیں کون دے گا۔''

''میں سمجھی نہیں۔'' وہ خوف زدہ انداز میں بولیں۔

''فی الحال ہم کچھ سمجھانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں ... ہم جلد فون کریں گے ... لیکن موبائل کے ذریعے نہیں ... میں اپنی گھڑی کے ذریعے بات کروں گا ... سمجھ گئیں تم ...''

''ج ... جی ہاں۔'' انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا، کیونکہ اس قسم کی تیاری وہ اس وقت کرتے تھے جب سر پر کوئی بہت بڑا خطرہ آنے والا ہو اور پھر وہ السلام علیکم اور فی امان اللہ کہہ کر گھر سے نکل گئے ... ان کی گاڑی طوفان کی رفتار سے روانہ ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

بیگم جمشید نے دروازہ بند کیا اور باورچی خانے میں چلی آئیں ... انھیں بھی گھر میں کچھ تیاریاں کرنا تھیں ... وہ جلدی جلدی کام میں مصروف ہو گئیں ... پندرہ منٹ کے اندر انھوں نے اپنا گھر بالکل درست کر لیا ... اور پھر آخر کار دروازے پر زور دار انداز میں دستک ہوئی ... وہ مسکرا دیں ... انھیں اندازہ تھا کہ یہ دستک ضرور ہو گی۔

وہ پرسکون انداز میں چلتی ہوئی دروازے پر آئیں اور بولیں:

''کون؟''

''کیپٹن ساگر!''

''جی فرمایئے۔''

''ہمیں انسپکٹر جمشید سے ملنا ہے۔''

''جی وہ تو گھر میں نہیں ہیں۔''

''ہمارے پاس ان کا وارنٹ گرفتاری ہے ... انھیں گرفتار کرنے

کے لیے آئے ہیں۔“

”ان سے ایسا کیا جرم سرزد ہو گیا۔“

”آپ مہربانی فرما کر دروازہ کھول دیں ... ہم جانتے ہیں انسپکٹر جمشید اندر ہی ہیں۔“

”اچھی بات ہے ... پہلے آپ اپنا اطمینان کرلیں۔“ انھوں نے کہا اور دروازہ کھولتے ہوئے اس کی اوٹ میں ہوگئیں۔

”آپ کہاں ہیں محترمہ۔“

”دروازے کی اوٹ میں ... میں ایک پردہ دار خاتون ہوں ... اگر آپ کے پاس ان کی گرفتاری کے وارنٹ ہیں تو آپ انھیں تلاش کرلیں اور گرفتار کرلیں، لیکن میں پہلے ہی بتا دیتی ہوں ... وہ گھر میں نہیں ہیں۔“

”غلط ... بالکل غلط ... ہماری اطلاعات یہ ہیں کہ وہ گھر میں ہیں۔“

”میں نے دروازہ کھول دیا ہے ... آپ مہربانی فرما کر وارنٹ دکھا دیں اور اس کے بعد گھر کی تلاشی لے لیں...“

ایک ہاتھ دروازے کی اوٹ کی طرف بڑھا ... اس میں ایک کاغذ تھا، انھوں نے کاغذ لیا اور اسے پڑھا ... وہ ملٹری انٹیلی جنس کی طرف

سے حکم نامہ تھا... انھیں اس پر حیرت ہوئی کہ معاملہ تو فوجی نکل آیا ہے... انھوں نے کاغذ پڑھ کر کہا:

”کیا ہمارے ملک میں مارشل لاء لگ گیا ہے۔“

”نہیں محترمہ ... انسپکٹر جمشید کی ایک فوجی معاملے میں ضرورت ہے ... ان کا بیان لیا جائے گا اور بس، لہذا آپ ان سے کہیں وہ گرفتاری دے دیں ... اس طرح ان کی رہائی آسان ہو جائے گی۔“

اگر وہ یہاں ہوتے تو میں ان سے ضرور یہی کہتی ... لیکن وہ چونکہ یہاں نہیں ہیں اور ان کے موبائل بھی بند ہیں، اس لیے میں کچھ نہیں کر سکتی ... آپ تلاشی لے لیں۔“

”اچھی بات ہے محترمہ ... آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھ جائیں۔“

”جی اچھا!“

وہ ڈرائنگ روم میں آگئیں... تلاشی لینے والوں نے اپنا کام شروع کر دیا... وہ آدھ گھنٹے تک اپنی کارروائی میں مشغول رہے... آخر دروازے پر آکر بولے۔

”محترمہ ہم جا رہے ہیں ... انسپکٹر جمشید ہمارے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے ... آخر وہ گرفتار کر لیے جائیں گے ... ارے ہاں! ہم نے ڈرائنگ روم کی تلاشی تو لی ہی نہیں ... آپ اندرونی کمرے میں چلی

جائیں۔''

''جی اچھا!''

ڈرائنگ روم کی تلاشی کے بعد وہ لوگ باہر آگئے اور ان سے بولے۔

''محترمہ! وہ آپ سے ضرور رابطہ کریں گے ... آپ ان سے کہہ دیں ... اس طرح چھپ جانا کوئی بہادری نہیں، آپ تو بہت بہادر ہیں ... سامنے آئیں اور مقدمے کا سامنا کریں۔''

''میں ان سے یہ کہہ دوں گی ... لیکن وہ جو جواب دیں گے، وہ مجھے پہلے ہی معلوم ہے، آپ چاہیں تو میں آپ کو سنادوں۔''

''چلیے سنا دیں۔''

''ان کا جواب ہو گا، میں مناسب وقت پر سامنے آؤں گا اور خود پر لگنے والے الزام کا یا الزامات کا جواب دوں گا۔''

''اچھی بات ہے ... دیکھا جائے گا ... ہم اس سے پہلے ہی انھیں اور ان کے ساتھی کو گرفتار کر لیں گے۔''

''جی! کیا فرمایا، انھیں اور ان کے ساتھی کو ... کون سے ساتھی کو۔''

ادھر سے کچھ نہیں کہا گیا ... بس گاڑی سٹارٹ ہونے کی آواز

سنائی دی ... انھوں نے دروازے کے باہر دیکھا تو ملٹری کی گاڑی جارہی تھی ... وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی تو انھوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور گھڑی سب سے پچھلے کمرے میں لے آئیں ... یہ کمرہ سٹور کے طور پر استعمال ہوتا تھا ... اس میں گھر کی بیکار چیزیں بھی رکھی تھیں ... انھوں نے ان بیکار چیزوں کو ادھر ادھر کر کے ان میں سے ایک آلہ نکالا ... اس کا بٹن دبانے کے بعد وہ بولیں:

''کیا کوئی بات کر سکتی ہوں۔''

انھیں آلے سے کوئی جواب نہ ملا۔

☆☆☆☆☆

خوفناک حالات

''سر ایک بہت ہی اہم معاملہ سامنے آیا ہے ، اس سلسلے میں حاضر ہونا چاہتا ہوں ... آپ وقت بتائیں ۔''جنرل نصیر خان کی بات سن کر ملک کے صدر چونک اٹھے... انھوں نے فوراً کہا:

''میں اس وقت ایک گھنٹے کے لیے فارغ ہوں ... آپ فوری طور پر آجائیں ۔''

''بہت بہت شکریہ سر ۔'' دوسری طرف سے کہا گیا ۔

جلد ہی جنرل نصیر خان ایوان صدر پہنچ گئے ... صدر صاحب ان کا انتظار کر رہے تھے ... ان کے چہرے سے پریشانی ٹپک رہی تھی... جنرل صاحب کے الفاظ نے انھیں پریشان کر دیا تھا... علیک سلیک کے بعد وہ جلدی سے بولے ۔

''ہاں !فرمایئے کیا معاملہ پیش آیا ہے ... میری پریشانی میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہو رہا ہے ۔''

''میں عرض کرتا ہوں سر ... یہ معاملہ دوتین ماہ پہلے شروع ہوا تھا ... لیکن ہمیں بالکل کوئی بات معلوم نہیں تھی ... اچانک بات سامنے آئی ... تین ماہ پہلے آپ نے دشمن کے خلاف چند تجاویز مجھے دی تھیں اور یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ وہ تجاویز صرف مجھے دی جارہی ہیں ... میں نے اپنے کمانڈرز کے سامنے وہ تجاویز رکھ دیں ... فوج کا تو ہر معاملہ خفیہ ہوتا ہے ،لہذا یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ معاملہ خفیہ ہے ... بہرحال ان تجاویز پر عمل شروع ہوگیا ... لیکن نتیجہ بالکل الٹ نکلا ۔''

''کیا مطلب ؟''صدر صاحب بری طرح چونکے ۔

''جی ہاں !ہماری وہ ساری کاروائی الٹی پڑ گئی ... الٹا ہمیں اس سے بہت نقصان ہوا ... اس میں جانی نقصان بھی شامل ہے ... یعنی ہمارے بہت سے فوجی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ۔''

''نن نہیں ۔''صدر صاحب کانپ گئے ۔

''جی ہاں !ایسا ہی ہوا ہے ... میں نے اپنے کمانڈروں کے ساتھ مشورہ کیا کہ آخر اس کاروائی کی بھنک دشمن ملک کو کیسے پڑگئی ... جب کہ یہ معاملہ صدر صاحب کے ذریعے مجھ تک پہنچا تھا ... اور میں نے آپ لوگوں کو بتایا تھا ۔''

انھوں نے پوری طرح اطمینان دلایا کہ انھوں نے اس پورے

معاملے کا ذکر کسی سے بھی نہیں کیا ... ہم نے آلات کے ذریعے اپنے دفاتر کی چیکنگ کرائی ... کہیں کوئی گڑ بڑ نہیں تھی ... ہم سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ آخر یہ بات کیسے لیک ہوئی ... ہم سوچ سوچ کر تھک گئے ... لیکن مسئلے کا کوئی حل نظر نہ آیا ... ہم بار بار کاغذ پر لکھ لکھ کر حساب کتاب لگاتے رہے ... میرے جو کمانڈر ہیں ... ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس پر شک کیا جائے ... اس کے باوجود میں نے اپنے طور پر ان کی بھی نگرانی کرا کے دیکھ لی ... لیکن وہ سب کے سب بالکل درست ثابت ہوئے ... ان حالات میں رہ گئے میں اور آپ ...'' یہاں تک کہہ کر جنرل نصیر خاموش ہو گئے۔

''کہتے جائیں ... میں سن رہا ہوں۔''

''سر! آپ میری بات کا مطلب سمجھ رہے ہیں ...'' جنرل نصیر بولے۔

''ہاں! سمجھ رہا ہوں ... آپ کہنا چاہ رہے ہیں کہ یا آپ خود غدار ہیں یا میں۔'' صدر صاحب کا لہجہ ناخوش گوار تھا۔

''نہیں سر! میں آپ کے بارے میں ایسا نہیں سوچ سکتا۔''

اور خود اپنے بارے میں بھی آپ ایسا سوچ نہیں سکتے۔'' صدر صاحب الجھے ہوئے انداز میں بولے۔

''ظاہر ہے سر ... اب سوال یہ ہے کہ پھر وہ کون ہوسکتا ہے ... جس نے ہمارے پروگرام کی دشمن ملک کو خبر دی ...''

''پھر ... آپ کس نتیجے پر پہنچے۔'' وہ اٹک اٹک کر بولے۔

''ان حالات میں آپ خود سوچیں کہ میں کس نتیجے پر پہنچ سکتا ہوں۔''

''کیا مطلب!'' صدر صاحب چونکے۔

''آپ بتائیں سر... آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔''

''میں ... م ...'' صدر صاحب گھبرا گئے۔

''ہاں سر! آپ بتائیں ... آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں۔''

''افسوس! میرا دماغ ان حالات میں کام نہیں کر رہا۔''

''لیکن سر! نتیجہ نکالنا تو آسان ہے ... آپ کی تجویز کا صرف مجھے علم تھا ... میں نے اپنے کمانڈروں کو بتایا ... میرے کمانڈر پوری طرح بااعتماد ہیں اور میرے بارے میں آپ خود فرمادیں۔''

''آپ بھی مکمل طور پر بااعتماد ہیں۔''

''بس تو پھر بات تو آگئی ... آپ پر ... آپ بتائیں ... آپ نے اس پروگرام کا ذکر کس سے کیا تھا۔''

''میں نے کسی سے نہیں کیا تھا ... البتہ۔'' صدر صاحب رک گئے

...اور زیادہ پریشان ہو گئے تھے۔

''البتہ کیا سر۔''

''البتہ میں نے خان نسیم خان سے ضرور بات کی تھی ... آخر وہ مشیر خاص ہیں ... ان کے مشورے کے بغیر میں کوئی بات نہیں کرتا ... وہ ملکی معاملات کو بہت بہترین انداز میں سمجھتے ہیں اور مجھے ان پر کامل اعتماد ہے۔''

''شکریہ سر! کم ازکم اس معاملے میں ایک اور نام کا اضافہ تو ہو ہی گیا ... نقصان ہونے کے بعد میں نے اپنے کمانڈروں سے مشورہ کیا تھا ... ان کا خیال بھی خان نسیم خان پر آکر اٹک گیا تھا ... سب کی رائے یہ ٹھہری کہ انھیں چیک کیا جائے ... اب سوال یہ پیدا ہوا کہ کیسے چیک کیا جائے ... سو ہم نے ایک ترکیب کی۔''

''ترکیب ... کیا ترکیب کی۔'' صدر صاحب اور زیادہ الجھن محسوس کرنے لگے۔

''ان کے گھر میں خفیہ طور پر جاسوسی کا ایک آلہ پہنچا دیا ... اس کے ذریعے وہاں کی خبریں لینے لگے۔''

''اوہ ...'' صدر صاحب کے منہ سے نکلا۔

''وہ آلہ وہاں بہت دن تک رہا ... چونکہ وہ ایک عام سی چیز تھی،

اس لیے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی ... اور ہمارا کام ہوگیا۔''

''گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میرے مشیرِ خاص غدار ہیں ... ان کا براہِ راست تعلق دشمن ملک سے ہے۔''

''جی ہاں۔''

''وہ آلہ تھا کس شکل میں۔''

''ایک بھالو کی شکل میں۔''

''کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم انھیں یہاں بلا لیں ... آپ کی موجودگی میں اور ان سے اس بارے میں سوالات کریں۔''

''میں تو خود یہ چاہتا ہوں۔''

''تب پھر میں پہلے اپنی آیندہ چند گھنٹوں کی مصروفیات ملتوی کرلوں، پھر انھیں فون کرتا ہوں۔''

''آپ ضرور ایسا کریں سر۔'' جنرل نصیر نے مطمئن انداز میں کہا۔

اور پھر چند منٹ بعد صدر صاحب نے خان نسیم خان کے نمبر ملائے ... سلسلہ ملنے پر وہ بولے۔

''خان صاحب! یہاں آپ کی ضرورت ہے ... فوراً چلے آیئے۔''

''بہت بہتر سر! خان صاحب کی آواز سنائی دی۔

فون بند کر کے وہ لگے ان کا انتظار کرنے ... آخر آدھ گھنٹے بعد خان صاحب اندر داخل ہوئے ... جنرل نصیر کو دیکھ کر ان کی پیشانی پر بل پڑگئے ... وہ پہلے ہی کئی بار یہ بات محسوس کر چکے تھے کہ جنرل صاحب انھیں کچھ پسند نہیں کرتے۔

''السلام علیکم۔'' انھوں نے کہا۔

''وعلیکم السلام! آیئے خان صاحب ... تشریف رکھیے۔''

وہ بیٹھ گئے تو صدر صاحب نے کہا۔

''جنرل صاحب ایک عجیب وغریب بات لے کر آئے ہیں ... وہ بات میرے حلق سے نہیں اتر رہی ... آپ خود ان کی زبانی سن لیں اور ان کا اطمینان کرادیں۔''

''جی ... کیا فرمایا ... اطمینان کرادوں۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''کیا میری ذات مشکوک ہوگئی ہے سر۔''

''میری نظروں میں نہیں ... جنرل صاحب کی نظروں میں ... وہ اطمینان چاہتے ہیں۔''

''لیکن میں ان کے ماتحت نہیں ہوں سر۔'' وہ بولے۔

''ایک بات ان کے علم میں آئی ہے ... انھوں نے وہ پہلے مجھے

بتائی ہے ... تبھی میں نے آپ کو بلایا ہے ... میرے خیال میں اطمینان کرانا چاہیے۔''

''میں اطمینان کرادوں گا سر ... لیکن اس کے بعد میں عہدہ چھوڑ دوں گا اور باقی زندگی گوشہ نشینی میں گزاردوں گا۔''

''اور اگر آپ اطمینان نہ کرا سکے۔'' جنرل نصیر بولے۔

''اس صورت میں ملک کا جو قانون ہے، اس پر عمل کیا جائے گا۔'' انھوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

''اچھی بات ہے ... سنیں ... کچھ دن پہلے صدر صاحب نے ہمیں ایک مشورہ دیا تھا ... مجھے اور میرے کمانڈروں کو وہ مشورہ بہت پسند آیا تھا ... اس پر عمل کرنے کی صورت میں دشمن پر خاطر خواہ دباؤ پڑ سکتا تھا ... ہم نے اس پر عمل کیا ... لیکن نتیجہ اس کے الٹ نکلا ... اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ منصوبے کے بارے میں دشمن ملک کو پہلے ہی خبر ہوگئی تھی ... سوال یہ ہے کہ انھیں کیسے خبر ہوگئی ... اس پر ہم نے اور کمانڈر حضرات نے بہت غور کیا ... اس منصوبے سے صرف وہ آگاہ تھے اور صرف میں نے انھیں بتایا تھا ... صدر صاحب کے خاص مشیر آپ ہیں ... آپ کے مشورے کے بغیر تو انھوں نے ہمیں کوئی مشورہ دیا نہیں ہوگا ... ہم نے آپ کو چیک کرنے کا فیصلہ کیا۔''

''لیکن صرف مجھے کیوں... آپ نے اپنے کمانڈروں کو چیک کرنے کا فیصلہ کیوں نہیں کیا۔''

''انھیں چیک کیا جانا تھا... آپ پہلے سن لیں... اس کے بعد آپ بات کر سکتے ہیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''اچھی بات ہے... سنائیں۔'' خان نسیم خان نے سرد اور خشک لہجے میں کہا۔

''ہم نے ایک سادہ سا کھلونا جو بھالو تھا...''

''کیا!!!'' مارے حیرت کے خان صاحب کے منہ سے نکلا...

''جی ہاں! ایک سادہ سا کھلونا بھالو آپ کے گھر میں خفیہ طور پر پہنچادیا... وہ ایک بہت طاقت ور جاسوسی آلہ تھا... اس کے ذریعے ہم گھر میں ہونے والی ساری بات چیت سن سکتے تھے... سو ہم سنتے رہے... اس آلے پر سنی جانے والی گفتگو کے ذریعے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ دشمن ملک کے جاسوس ہیں۔''

''اف مالک! اتنا بڑا الزام!'' خان نسیم خان اچھل پڑے۔

''آپ پہلے سن لیں... آپ پسند کریں گے تو ہم آپ کو وہ ساری گفتگو اس آلے کو آن کر کے سنا دیں گے... وہ اس میں محفوظ ہے... لہذا پہلے آپ اپنے گھر سے وہ آلہ منگا لیں۔''

''وہ آلہ اب میرے گھر میں نہیں ہے... اسے غائب کر دیا گیا، ملازم کے روپ میں ایک شخص کو میرے گھر بھیجا گیا تھا... وہ اس آلے کو نکال لے گیا... اور سچی بات یہ ہے کہ اس آلے کے جانے کے بعد ہی ہمیں خیال آیا تھا... اس سے پہلے تو ہم لوگ بھی اسے ایک کھلونا ہی خیال کرتے رہے تھے... بہرحال جونہی وہ ملازم کھلونا لے کر گیا اور ہمیں پتا چلا... میں نے پولیس انسپکٹر کو بلا کر رپورٹ لکھوا دی تھی۔''

''اس سے آپ کی بے گناہی ثابت نہیں ہو جاتی...'' جنرل صاحب بولے۔

''آپ میرے گھر کے ایک ایک فرد سے بیانات لے لیں... سچ اور جھوٹ کا پتا چل جائے گا...''

''ہم ایسا ضرور کریں گے... لیکن ایک اور خوفناک بات سامنے آگئی۔''

''اوہ... وہ کیا۔''

''خود انسپکٹر جمشید بھی آپ کے ساتھی ہیں اور غداری میں برابر کے شریک ہیں۔''

''کیا کہا... انسپکٹر جمشید... نن نہیں... نہیں... میرا ان سے کوئی تعلق نہیں... دور کا بھی واسطہ نہیں... کسی تقریب میں علیک سلیک

ہو جانا قدرتی امر ہے... لہٰذا یہ الزام سراسر غلط ہے۔"

"آپ کو معلوم نہیں۔"

"کیا معلوم نہیں۔"

"جب ہمیں یہ بات معلوم ہوئی تو ہم نے ان کے گھر میں بھی ایک بھالو پہنچا دیا تھا۔"

"اوہ... اوہ۔" صدر صاحب کے منہ سے نکلا۔

"اور اب وہ چاروں اپنے دوستوں کے ساتھ گھر سے غائب ہیں۔ میں پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد آیا ہوں جناب۔" جنرل نصیر کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"اف مالک ! یہ کیا ہو رہا ہے... جنرل صاحب... ساری دنیا بھی انسپکٹر جمشید کے بارے میں شک ظاہر کرے... میں انھیں غلط نہیں سمجھ سکتا... دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے... میں یہ بات نہیں مان سکتا... سمجھے آپ۔"

"آپ نے بھالو میں محفوظ گفتگو نہیں سنی سر... اس لیے یہ بات کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب... کیا آپ نے وہ گفتگو سنی ہے۔" صدر صاحب نے برا سا منہ بنایا۔

"سنی ہے... تبھی تو کہہ رہا ہوں... اور آپ کو بھی سنا سکتا ہوں۔"

"تب پھر اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے۔"

"لیکن اس طرح مزہ نہیں آئے گا۔" جنرل نصیر مسکرائے۔

"کیا مطلب... یہاں مزے کا کیا سوال... یہاں تو جان پر بنی ہے اور آپ مزے کی بات کر رہے ہیں۔"

"میرا مطلب ہے سر... اس طرح بات باذوق نہیں ہو گی... انسپکٹر جمشید سامنے ہوں گے تو بات بنے گی۔"

"اچھی بات ہے... انھیں بلا لیتے ہیں... میرا نمبر دیکھ کر تو وہ فون سنیں گے ہی۔"

اور پھر انھوں نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ڈائل کیے... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"السلام علیکم سر۔"

"جمشید بہت خوفناک خبریں ہیں... تم جہاں کہیں بھی چھپے ہوئے ہو، فوراً میرے پاس آجاؤ۔"

"سوری سر۔" اور فون بند کر دیا گیا۔

☆☆☆☆☆

الٹی بازی

''کیا ہوا جمشید خیر تو ہے۔'' خان رحمان اور پروفیسر داؤد ایک ساتھ پکار اٹھے۔

''دشمن ہر حال میں مجھے گرفتار دیکھنا چاہتا ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے ... آپ وہاں جائیں گے تو آپ کو ضرور گرفتار ہی کیا جائے گا۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''اور نہ جانے کی صورت میں۔''

''اس صورت میں ہم اپنا کام کر سکیں گے۔''

''لیکن کیسے ... آپ کو جہاں بھی دیکھ لیا جائے گا ... فوراً گرفتار کر لیا جائے گا۔''

''نہیں ... وہ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے ... میں وہاں نہیں جاؤں گا ... یہ ایک سازش ہے ... سازش کے تیر کا رخ ہماری طرف ہے اور تیر چلایا جا چکا ہے ... اس لیے ہم نہیں جائیں گے۔''

''جیسے آپ کی مرضی۔''

''اور ہمیں فوری طور پر یہاں سے کوچ کرنا ہوگا ... ورنہ ہمیں گرفتار کرنے والے یہاں پہنچ جائیں گے۔''

''اوہ ... جی ہاں۔''

آن کی آن میں انھوں نے وہ جگہ چھوڑ دی ... موبائل سے سم وہ پہلے ہی نکال چکے تھے ... بلکہ سبھی نے سمیں نکال دی تھیں۔

''کیا ہم یہ ٹھیک کر رہے ہیں جمشید ... کیا اس طرح صدر صاحب اور زیادہ ناراض نہیں ہوں گے۔'' خان رحمان نے کہا۔

''جب اصل بات سامنے آئے گی تو ان کی ساری ناراضی دور ہو جائے گی ... اور اگر اس وقت ہم وہاں چلے جاتے ہیں تو ہم سب کو گرفتار کر لیا جائے گا ... اس کے بعد ہم بے بس ہوں گے ... کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔''

''کیوں نہیں کر سکیں گے جمشید ... قانون ہمیں ضمانت پر رہا کر دے گا ... اس کے بعد ہم کیس پر کام کر سکیں گے۔''

''نہیں! ایسا نہیں ہو سکے گا۔''

''تب پھر یہ کام ایک اور طرح لیا جا سکتا ہے ... ہم خود کو قانون

کے حوالے کر دیں ... اور انکل کامران مرزا کی پارٹی کو بلا لیں۔''

''ہاں! اس طرح ہو سکتا ہے، لیکن مجھے اس طرح مزہ نہیں آئے گا ... دشمن جو چاہتا ہے ... ہم اس کے خلاف کریں گے ... ہمیں گرفتار کرا کے تو وہ خوش ہوگا ... اور یہ بھی سن لو، اس بار کا دشمن بہت زیادہ طاقت ور ہے ... وہ جس آدمی سے کام لے رہا ہے ... اس کے مقابلے میں صدر صاحب بھی کمزور پڑ سکتے ہیں ... اور جب صدر صاحب کمزور پڑ جائیں گے تو ہم اور زیادہ بے بس ہو جائیں گے ... اس وقت انسپکٹر کامران مرزا کو بلا کر بہت مشکل ہو گی ... لہذا جو میں نے سوچا ہے ... وہی کریں گے ... بلکہ ایک منٹ ٹھہرو ... میں اس بارے میں صدر صاحب کو خبردار کر دوں۔''

یہ کہہ کر انھوں نے سم دوبارہ لگائی اور ان کے نمبر ملائے ... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔

''ہائیں جمشید ... یہ کیا ... تمھیں تو اس وقت ایوان صدر میں آجانا چاہیے تھا۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے ... ہم آجاتے ہیں، لیکن اس سے پہلے ہم ایک بات آپ سے کرنا چاہتے ہیں۔''

''جلدی کہو جمشید ... کیونکہ۔''

''نہیں سر ... انھیں کوئی بات نہ کرنے دیں ... ان سے کہیں جو کہنا ہے ... یہاں آ کر کہیں۔'' جنرل نصیر کی آواز سنائی دی۔

''تو آپ کے پاس جنرل نصیر موجود ہیں ... میں سمجھ گیا سر ... مجھے افسوس ہے، ان حالات میں میں گرفتاری نہیں دے سکتا ... آپ کو یہ نہیں بتا سکتا کہ میں کہاں ہوں ... یہ ہمارے خلاف ... بلکہ نہیں ... ہمارے ملک کے خلاف خوفناک سازش ہے ... آپ ہوشیار ہو جائیں ... لیکن میرے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جنرل نصیر اس سازش کے پیچھے ہیں ... امید نہیں کہ وہ ایسی کوئی سازش کر سکتے ہوں، ہاں ... وہ کسی کی سازش کا شکار ہو کر یہ اقدام کر سکتے ہیں ... لہذا مجھے معاف فرمایئے گا ... میں اپنے ملک کی خاطر گرفتاری نہیں دے رہا ...''

''جمشید! تم سے کس نے کہہ دیا کہ تمھیں گرفتار کیا جا رہا ہے۔'' صدر صاحب نے مارے حیرت کے کہا۔

''سر! یہ میرا اندازہ ہے۔''

''پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ تم آجاؤ ... میں ذمے داری لیتا ہوں کہ تمھیں گرفتار نہیں کیا جائے گا۔''

''معاف کیجیے گا سر ... آپ اس حد تک مجبو ہو سکتے ہیں ... چلیے آپ جنرل نصیر صاحب سے گارنٹی لے لیں۔''

''ایک منٹ جمشید ... میں اس طرح ان سے بات کرتا ہوں ... کہ تم بھی سن لو ... جنرل صاحب ... آپ انسپکٹر جمشید کو گارنٹی دے دیں ... کہ انھیں یہاں بلا کر گرفتار نہیں کیا جائے گا۔''

''سوری سر! میں یہ گارنٹی نہیں دے سکتا۔''

''کیا ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''میں جو گفتگو سن چکا ہوں، اس کی بنیاد پر ہی کہہ رہا ہوں ...''

''اوہ۔''

ان کے اوہ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے موبائل بند کر دیا اور سم نکال دی ... ساتھ ہی ... آندھی اور طوفان کی طرح ایک سمت میں روانہ ہوگئے ... ان کا رخ ایک ایسے ٹھکانے کی طرف تھا جس کے بارے میں ان کے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا ... وہاں پہنچ کر انھوں نے اطمینان کا سانس لیا ... اور میک اپ میں مصروف ہوگئے ... میک اپ کے ساتھ ہی انھوں نے اپنی گاڑی بھی تبدیل کر دی ... اب جس نمبر کی گاڑی ان کے استعمال میں تھی ... وہ ان کے ایک دوست کی تھی جس کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ ان کے کس دوست کی ہے۔

جلد ہی ان کے نئے نمبر پر گھنٹی بجی ... انھوں نے موبائل آن کیا اور بولے:

''کیا خبریں ہیں۔''

''سر! خبریں بہت خوفناک ہیں۔''

''اوہ۔''

☆☆☆

صدر صاحب نے موبائل کی طرف جھلا کر دیکھا، پھر جنرل نصیر کی طرف متوجہ ہوئے۔

''انسپکٹر جمشید یہاں آنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔''

''یہ تو سراسر بغاوت ہے سر ... مکمل حکم عدولی ہے ... اب انھیں فوری طور پر گرفتار کیا جانا چاہیے۔''

''میں آپ کے سامنے آئی جی صاحب سے کہتا ہوں۔''

انھوں نے شیخ نثار احمد کے نمبر ملائے۔

''شیخ صاحب ... فوری طور پر ہر حال میں انسپکٹر جمشید کو گرفتار کر لیا جائے ... اور جونہی وہ گرفتار ہوں ... مجھے اطلاع دی جائے۔''

''اوکے سر۔'' ادھر سے کہا گیا۔

موبائل بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے۔

''اب بتائیے ... آپ کیا کہتے ہیں۔''

''خان نسیم خان کو گرفتار کر لیا جائے ... یہ غدار ثابت ہو چکے ہیں

...آپ نے ہمیں جو منصوبہ دشمن ملک کے مقابلے میں دیا تھا ...اس منصوبے کا پتا دشمن ملک کو چل گیا تھا ...لہذا ہم ناکام رہے اور دشمن کامیاب ...ہمارے بہت آدمی شہید ہوئے ہیں ...ناکامی کا داغ الگ رہا ...اب آپ خود دیکھ لیں ...اس منصوبے کا علم یا آپ کو تھا یا خان نسیم خان کو ... کیونکہ یہ آپ کے مشیر خاص ہیں ،آپ نے پہلے ان سے مشورہ کیا ہوگا ،اس کے بعد میرے سامنے رکھا ہوگا ... کیا یہی بات نہیں ۔''یہاں تک کہہ کر جنرل نصیر خاموش ہو گیا ۔

''ہاں !بالکل یہی بات ہے ،لیکن خان نسیم خان ایسے آدمی نہیں ہیں... آخر آپ کے پاس کیا ثبوت ہے ... اس بات کا ۔''

''ان کے گھر میں جو بھالو رکھا گیا ہے ...وہ ایک طرح کا ریسیور ہے... اس کے ذریعہ ہیڈ کوارٹر کے ایک کمرے میں ان کی دشمن ملک کے ایک جنرل سے گفتگو سنی گئی ...پھر ان کی اور انسپکٹر جمشید کی اس بارے میں بات ہوئی۔''

''لیکن انسپکٹر جمشید کیوں ...''

انسپکٹر جمشید اس لیے کہ ان کی سراغرسانی بنا بنایا کھیل بگاڑ دیتی ہے ... اس لیے انھیں ساتھ ملایا گیا ...ایک بہت بڑی رقم ان کے نام بیرون ملک ایک بنک میں جمع کرائی گئی ...تب کہیں جا کر انسپکٹر جمشید

تیار ہوئے ...اور اس طرح آپ کا بنایا ہوا منصوبہ ناکام ہوا ...ہمارے بہترین آدمی شہید ہوئے ...لہذا انھیں فوری طور پر گرفتار کیا جانا چاہیے ...اور یہ گرفتاری عام گرفتاری نہیں ...فوج کا معاملہ ہے ...لہذا فوج ہی انھیں گرفتار کرے گی ،فوجی عدالت میں مقدمہ چلے گا ...انسپکٹر جمشید کو بھی بہت جلد گرفتار کر لیا جائے گا ...اور ان پر بھی وہیں مقدمہ چلے گا ۔''

''معاف کیجیے گا جنرل صاحب !آپ نے ابھی تک وہ گفتگو ہمیں نہیں سنائی ۔''

''ہاں کیوں نہیں ...ابھی سنوا دیتا ہوں ...ہمارے دشمن ملک کے جس جنرل سے خان نسیم خان نے سودا کیا ،اس کا نام جنرل راون ہے ...پہلے میں جنرل راون اور خان نسیم خان کی گفتگو سناتا ہوں ۔''

اب جنرل نصیر نے اپنے بیگ میں سے ایک کھلونا بھالو نکالا...

''یہ ایک جدید ترین آلہ ہے ...اس کے آس پاس کی تمام آوازیں خود بخود دوسرے سیٹ پر اور دوسرے سیٹ کی آوازیں خود بخود اس طرف آسکتی ہیں ...اور ساتھ میں یہ گفتگو ریکارڈ بھی کرتا ہے ...میں آپ کو ریکارڈ کی گئی بات چیت سنواتا ہوں ...پہلے خان نسیم خان کی بات جنرل راون سے ملاحظہ ہو ۔''

اب انھوں نے کھلونا ان کے سامنے رکھ دیا اور اس پر لگا بٹن سر
کا دیا ... فوراً ہی بھالو سے سرسراہٹ سنائی دینے لگی ... اور پھر آواز
سنائی دی:

''ہیلو خان صاحب! میں اس طرف موجود ہوں اور آپ سے بات
کرنے کا خواہش مند ہوں ... کیا آپ بات کرنا پسند کریں گے ...''

جواب میں فوراً ہی ایک کھردری سی آواز گونجی۔

''ہاں کیوں نہیں جنرل صاحب ... میں بات کرنا پسند کروں گا۔''

''آپ نے کسی نئے منصوبے کی بات کی تھی ... جو ہمارے خلاف
بنایا گیا ہے ... آپ کی مطلوبہ رقم بیرون ملک میں جمع کرادی گئی ہے
... بنک کا نام، اکاؤنٹ نمبر اور ان کے فون نمبر نوٹ کر لیں ... آپ
اسی وقت تصدیق کر سکتے ہیں ... تصدیق کے بعد آپ مجھ سے رابطہ کر
لیں۔''

''بہت بہتر۔''

چند منٹ تک ساں ساں کی آواز آتی رہی ... پھر خان نسیم خان
کی آواز سنائی دی ... انھوں نے کہا۔

''ہیلو جنرل صاحب! میں تصدیق کر چکا ہوں، رقم واقعی میرے
اکاؤنٹ میں جمع ہو چکی ہے ... اب منصوبہ سنیے۔''

اب جو منصوبہ انھوں نے بیان کیا ... وہ سن کر صدر صاحب کی
آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں ... ان کے منہ سے مارے افسوس
کے نکلا۔

''اُف مالک ... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا ... خان صاحب آپ
ایسے ہو سکتے ہو۔''

''یہ ... سراسر سازش ہے ... الزام ہے ... انسپکٹر جمشید بہت جلد
اس سازش کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔''

''وہ تو خود بھاگتے پھر رہے ہیں ... اکھاڑ کیا پھینکیں گے
... آپ اپنی بات کریں ...''

''یہ الفاظ میرے نہیں ... میری آواز کی نقل کی گئی ہے۔''

''اور آپ کے نام جو رقم جمع کرائی ہے۔''

''سازشیوں کے لیے ایسا کرنا کیا مشکل ہے۔''

''آپ عدالت میں اسے الزام ثابت کر دیجیے گا ... اب سنیے
... خان صاحب اور انسپکٹر جمشید کی بات چیت ... یہ کہہ کر انھوں نے
بھالو کا بٹن پھر سرکا دیا اور کچھ دیر دبائے رہے ... یہاں تک کہ اس
میں آواز سنائی دینے لگی ... انھوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی، وہ کہہ
رہے تھے:

''السلام علیکم خان صاحب ... آپ بے فکر ہو کر اپنا کام کریں ... یہ کیس اگر میرے ذمے لگا یا بھی گیا تو میں آپ پر کسی قسم کا شک بھی نہیں جانے دوں گا ... میری طرف سے یہ واضح اعلان ہے ... میرے حصے کی رقم پہنچ گئی ہے۔''

اس کے ساتھ ہی آواز بند ہو گئی ... جنرل صاحب نے صدر صاحب کی طرف دیکھا ... گویا پوچھ رہے تھے :''اب کیا خیال ہے سر!''

''خان صاحب !آپ کیا کہتے ہیں ۔''صدر صاحب نے اس لمحے بے چارگی محسوس کی ۔''

''یہی کہ یہ میرے خلاف سازش ہے ... یہ معلوم نہیں کہ انسپکٹر جمشید کو بھی سازش کی لپیٹ میں لیا گیا ہے یا وہ اس سازش میں شریک ہیں اور ان لوگوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں ...''

''مجھے آپ پر یقین ہے ... میرے خیال میں آپ غداری نہیں کر سکتے ... لہٰذا پہلے اس کیس کی تفتیش ہو گی ... پھر جو مجرم ثابت ہوا، اسے سزا دی جائے گی... صبح کے اخبارات کے ذریعے انسپکٹر جمشید سے کہہ دیا جائے گا کہ وہ ڈیوٹی پر آجائیں اور اس کیس پر کام کریں۔''

''نہیں سر ... یہ نہیں ہوگا۔''جنرل نصیر سرد آواز میں بولے۔

''کیا مطلب ؟''

صدر صاحب بری طرح چونکے ... ان کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

☆☆☆☆☆
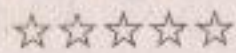
مارشل لاء

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے ... کسی کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا ... آخر صدر صاحب نے پریشان آواز میں کہا:

''جنرل صاحب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''ثبوت مکمل ہے ... ان دونوں حضرات کی گرفتاری کا حکم صادر کریں ... انھیں تو فوری طور پر گرفتار کیا جائے اور انسپکٹر جمشید کو تلاش کیا جائے ... ظاہر ہے، وہ کسی نہ کسی کے قابو میں آجائیں گے ... کیونکہ میں یہاں آنے سے پہلے ملک سے فرار کے تمام راستے بند کر کے آیا ہوں ... وہ جس راستے سے بھی فرار ہونے کی کوشش کریں گے ... پکڑے جائیں گے اور اگر وہ ایسی کوشش نہیں کریں گے تو بھی ہم انھیں تلاش کر لیں گے ... یہاں آنے کی غرض تو بس اتنی ہے کہ آپ کے علم میں ساری بات آجائے ...'' یہاں تک کہہ کر جنرل نصیر خاموش ہو گیا۔

''کیا آپ اپنی بات پوری کر چکے۔''

''یس سر۔'' وہ با ادب انداز میں بولے۔

''تو جنرل صاحب! اب میری بات سن لیں ... انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی، کوئی عام لوگ نہیں ہیں... آج نہیں، ایک مدت سے دین قوم اور ملک کے لیے انھوں نے اتنی خدمات انجام دی ہیں، اتنی قربانیاں دی ہیں کہ شاید ہم سوچ بھی نہیں سکتے ... دن رات ایک کر کے کام کرتے رہے ہیں ... اور آج تک ان پر جو الزام بھی لگا... وہ آخر غلط ثابت ہوا ہے ... لہذا میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ آج بھی بالکل بے گناہ ہیں اور یہ ان کے خلاف ایک سازش ہے۔''

''لیکن سر! یہ اتنا بڑا ثبوت کہاں جائے گا ... بھالو کے ذریعے یہ آواز یں ملٹری ہیڈ کوارٹر میں بھی سنی گئی ہیں اور ریکارڈ کی گئی ہیں۔'' جنرل نصیر فوراً بولے۔

''دیکھیے ... خان نسیم خان بھی اس بات سے انکاری ہیں ... ان کا کہنا ہے ... وہ ہرگز غدار نہیں ہیں اور انھوں نے ایسے الفاظ نہیں کہے ... ابھی ہم نے انسپکٹر جمشید کا بیان نہیں لیا، وہ بھی یہی بیان دیں گے ... ان حالات میں انھیں گرفتار کرنا کسی صورت مناسب نہیں ہوگا ... ہاں تحقیقات کر الی جائیں ... اگر یہ واقعی مجرم ثابت ہو جائیں تو پھر قانون

کے مطابق سزا دی جائے گی۔"

"جی نہیں ... جنرل نصیر بولے۔

"جی نہیں ... کیا مطلب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"یہ کہ ان حالات میں ان دونوں کو آزاد رکھنا ملک کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے ... میں چاہتا ہوں ... انھیں گرفتار کر کے پوری طرح تحقیقات کر لی جائیں۔"

"بہر حال! میں تو یہی کہوں گا کہ گرفتار نہ کیا جائے ... اس سے ملک کی بہت بدنامی ہو گی ... دشمن ملک ہم پر ہنسے گا ... انگلیاں اٹھائے گا ... اور ہم وضاحتیں کرتے پھریں گے ..."

"کچھ بھی ہو ... میرے تمام کمانڈرز کا بھی یہی مشورہ ہے ... کہ انھیں گرفتار کیا جائے ... اور بس ... آپ سوچ لیں ..." یہ کہتے ہوئے جنرل نصیر اٹھ کھڑے ہوئے۔"

"آپ ... آپ جا رہے ہیں۔"

"میں پہلے ہی یہاں کافی وقت صرف کر چکا ہوں ... مجھے جانا ہے ... آپ فیصلہ کرتے رہیں ... برا بھلا سوچ لیں۔"

یہ کہتے ہی وہ ایڑیوں پر گھومے اور باہر نکل گئے ... صدر صاحب اور خان نسیم خان ساکت بیٹھے رہے ... کافی دیر کی خاموشی کے بعد صدر

صاحب بولے۔

"خان صاحب! یہ سب کیا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا ... لیکن سر! میرا مشورہ آپ کو یہی ہے کہ مجھے گرفتار کر لیں اور انسپکٹر جمشید کی گرفتاری کے سلسلے میں چھاپے شروع کرا دیں ... اب یہ طوفان اسی راستے سے رک سکے گا ... ورنہ ملک مارشل لا کی لپیٹ میں آ سکتا ہے ... جنرل صاحب کا لہجہ یہی کہہ رہا تھا۔"

"میں جنرل نصیر کو ایسا نہیں سمجھتا۔"

"سر! آپ نہیں سمجھتے نا ... لیکن حقیقت کیا ہے ... یہ ہمیں معلوم نہیں ... آپ فوری طور پر مجھے حوالات میں بھجوا دیں ... انسپکٹر جمشید کی تلاش میں پولیس کو حکم دے دیں ... اس کے بعد تیل دیکھیں تیل کی دھار دیکھیں اور رہاں ... ساتھ ہی جنرل صاحب کو فون کریں کہ آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔"

"اچھی بات ہے ... اللہ مالک ہے ... دیکھا جائے گا۔"

یہ کہہ کر انھوں نے گھنٹی بجائی ... اپنے حفاظتی دستے کے انچارج کو حکم دیا:

"خان نسیم خان کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا جائے اور انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کے سلسلے میں پورے شہر میں

چھاپے مارے جائیں۔''

''یہ ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' مارے حیرت کے انچارج بولا۔

''جو کہا ہے ... کریں ... اور سوال نہ کریں۔'' انھوں نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

انچارج نے اسی وقت تالی بجائی ... فوراً مسلح فوجی اندر آگئے اور خان نسیم خان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنادیں ... پھر انھیں وہاں سے لے گئے ... اب صدر صاحب نے جنرل نصیر کو فون کیا۔

''خان نسیم خان کو گرفتار کر کے حوالات بھجوادیا ہے ... اور انسپکٹر جمشید کی گرفتاری کے لیے شہر بھر میں چھاپے شروع کر دیے ہیں۔''

''اس کی بھی ضرورت نہیں۔'' جنرل نصیر بولے۔

''کیا مطلب ... کس کی ضرورت نہیں۔''

''انسپکٹر جمشید کی تلاش میں چھاپے مارے گئے ... ملٹری انٹیلی جنس پہلے ہی ان کی ٹوہ میں تھی ... اس لیے وہ جہاں بھی ہیں ... انھیں پتا ہوگا ... میں ابھی پوچھتا ہوں ... آپ فون پر ہی سن لیں۔''

اس کے بعد ان کی آواز سنائی دی۔

''السلام علیکم ... انسپکٹر قاسم ... کیا رپورٹ ہے۔''

''سر! انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی جس عمارت میں چھپے ہوئے ہیں، وہ عمارت ہماری نظروں میں ہے اور ہم نے اسے گھیرے میں لے رکھا ہے۔''

''بس میں یہی سننا چاہتا تھا ... ان سب کو گرفتار کر لیا جائے اور ملٹری ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا جائے، اس کیس کی تحقیقات ہم خود کریں گے اور خان نسیم خان کو بھی ملٹری ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا جائے۔''

''او کے سر۔''

''آپ نے سن لیا سر۔'' جنرل صدر صاحب سے بولے۔

''ہاں میں سن چکا ہوں ... اگر آپ اسی طرح مطمئن ہو سکتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ... لیکن یہ دونوں بالکل بے گناہ ثابت ہوں گے۔''

''اللہ کرے ایسا ہی ہو ...'' جنرل نصیر کی آواز سنائی دی اور صدر صاحب نے فون بند کر دیا ... ساتھ ہی وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے ... پھر کسی خیال کے ماتحت انھوں نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے ... لیکن ان کا موبائل بند تھا ...

ایک گھنٹے بعد جنرل نصیر نے پھر ان سے رابطہ کیا ... اور بولے۔

''السلام علیکم سر ... خان نسیم خان ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے، لیکن انسپکٹر

جمشید اور ان کے ساتھی نہیں پہنچ سکے۔‘‘

’’وہ کیوں۔‘‘

’’ملٹری نے اس عمارت کو گھیرے میں لیا ہوا تھا... انھیں عمارت سے باہر نکلنے کے لیے وارننگ دی گئی... جواب میں اندر سے کچھ نہیں کہا گیا... آخر ہم اپنے طریقوں کے مطابق اندر داخل ہوئے...‘‘ یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگئے۔

’’اور پھر؟‘‘ صدر بولے۔

’’اور پھر عمارت کی تلاشی لی گئی... لیکن اندر وہ لوگ نہیں مل سکے... اس کا مطلب ہے... اس عمارت سے کوئی خفیہ راستہ نکلتا ہے، وہ اس کے ذریعے فرار ہوگئے... لیکن وہ ملک سے باہر نہیں جا سکیں گے... ہم نے ان کے گرد گھیرا تنگ کر رکھا ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے‘‘ صدر بولے اور جنرل صاحب نے فون بند کر دیا۔

صدر صاحب نے ایک بار پھر انسپکٹر جمشید کا نمبر ڈائل کیا... موبائل بند ملا... اب انھوں نے باری باری سب کے نمبر ملائے... لیکن سب کے موبائل بند ملے... یہ سوچ کر انھوں نے انسپکٹر کامران مرزا کے نمبر ملائے... موبائل بند ملا... انھوں نے ان کی بیگم کے نمبر ملائے... سلسلہ مل گیا...

’’السلام علیکم... صدر بات کر رہا ہوں بھابھی صاحبہ... یہ حضرات کہاں ہیں۔‘‘

’’ملٹری آفس سے کال آئی تھی... انھیں کسی کام کے لیے وہاں بلایا گیا ہے... ایک گھنٹے تک واپسی ہو گی۔‘‘

’’سب کے موبائل بند ہیں... میں کیسے رابطہ کروں...‘‘ صدر صاحب نے جھنجلا کر کہا۔

’’آپ یہاں کے ملٹری آفس سے بات کیوں نہیں کر لیتے۔‘‘ بیگم کامران بولیں۔

’’اوہ ہاں! یہ ٹھیک ہے۔‘‘

اب انھوں نے اپنے عملے کو ہدایات دیں کہ مشرقی حصے کے ملٹری آفس سے بات کروائیں... جلد ہی سلسلہ ملا دیا گیا... دوسری طرف سے کہا گیا۔

’’یس سر! جنرل عارف بات کر رہا ہوں۔‘‘

’’مجھے انسپکٹر کامران مرزا سے بات کرنی ہے، ان کے بارے میں گھر سے بتایا گیا ہے کہ انھیں یہاں بلایا گیا ہے۔‘‘

’’جی ہاں! یہی بات ہے... میں معلوم کر کے بتاتا ہوں۔‘‘

’’میں لائن پر موجود ہوں۔‘‘

''بہت بہتر سر۔''

دو منٹ بعد آواز آئی۔

''سر! انھیں یہاں بلایا ضرور گیا تھا... لیکن پندرہ منٹ پہلے وہ جا چکے ہیں... لہذا وہ گھر پہنچ چکے ہوں گے۔''

''بہت بہت شکریہ! آپ نے اپنا نام جنرل عارف بتایا نا۔''

''یس سر!''

''مہربانی فرما کر لائن پر رہیے۔''

''جی اچھا؟''

جلد ہی صدر صاحب نے انھیں مخاطب کیا۔

''جنرل عارف صاحب! انسپکٹر کامران مرزا گھر نہیں پہنچے۔''

''سر! اس سلسلے میں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''شکریہ!

یہ کہہ کر انھوں نے فون بند کر دیا اور مشرقی حصے کے آئی جی کے نمبر ملائے:

''یس سر۔''فوراً ہی انوار عالم کی آواز سنائی دی۔

''انور عالم صاحب... آپ کو کچھ انسپکٹر کامران مرزا کی خبر ہے۔''

خیر تو ہے سر... ابھی معلوم کر دیتا ہوں... وہ کہاں ہیں۔''

''ٹھیک ہے... فوری طور پر میری ان سے بات کرا دیں اور اگر چند منٹ تک آپ یہ معلوم نہ کر سکیں کہ وہ کہاں ہیں تو آپ مجھے بتا دیں۔''

''جی بہت بہتر!''

صدر صاحب نے فون بند کر دیا اور انتظار کرنے لگے... پانچ منٹ بعد انوار عالم کی آواز سنائی دی۔

''سر! کچھ دیر پہلے انھیں ملٹری آفس بلایا گیا تھا... ان کا کہنا ہے کہ وہ واپس جا چکے ہیں اور بس۔''

''یہ تو میں ان سے پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں... سوال یہ ہے کہ وہ اب کہاں ہیں اور ان کے موبائل کیوں بند ہیں۔''

''میں پتا کرواتا ہوں سر۔''

''جس قدر جلد ہو سکے... پتا کرائیں... میں بہت خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔''

''تو کیا... اس طرف انسپکٹر جمشید بھی غائب ہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن وہ خود غائب ہوئے ہیں، انھیں کسی نے غائب نہیں کرایا... اس سلسلے میں میری ان سے بات ہو چکی

ہے ... لیکن اس کے بعد انھوں نے بھی موبائل آف کر دیے ہیں۔"

"تب پھر سر! انسپکٹر کامران مرزا بھی خود ہی غائب ہوئے ہیں ... انھیں کسی نے غائب نہیں کرایا ... اگر ایسا ہوتا تو وہ کسی نہ کسی ذریعے سے ہم تک ضرور خبر بھیجتے۔"

"یہی میرا خیال ہے ... اور اگر یہ لوگ خود غائب ہیں تو پھر کسی مصلحت کے تحت غائب ہوئے ہیں ... ہمیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے ... ہمیں فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔" انوار عالم بولے۔

"بہت بہت شکریہ! آپ سے بات کر کے بوجھ ہلکا ہو گیا ... فکر کے بادل چھٹ گئے ... اب میں پرسکون انداز میں سو سکوں گا ... چاہے سازشی لوگ کچھ بھی کر لیں۔"

"آپ کا مطلب ہے ... ملک کے خلاف کوئی سازش کی گئی ہے۔"

"ہاں بالکل! اور اس مرتبہ سازش ملک شارجستان کی ہے۔"

"تب پھر سرحدوں کی فکر کرنی چاہیے ... کیونکہ انسپکٹر کامران مرزا کو ملٹری آفس بلایا گیا تھا۔"

"بالکل یہی بات ہے، ادھر بھی معاملہ ملٹری تک پہنچا ہوا ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"اچھا اللہ حافظ۔"

صدر صاحب نے جونہی فون بند کیا، دروازہ زور دار آواز کے ساتھ کھلا اور وہ بری طرح اچھلے ... پھر ایک کرخت اور سرد آواز سنائی دی۔

"صدر محترم آپ کے مشیر اور انسپکٹر جمشید پوری طرح غدار ثابت ہو چکے ہیں ... ہم نے مکمل ثبوت حاصل کر لیے ہیں ... آپ ان کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیں ... یہ رہے ان کی گرفتاری کے وارنٹ ... بس آپ کے دستخط کی ضرورت ہے ... یہ جنرل نصیر صاحب کا حکم ہے۔

آپ گھبرائیے نہیں ... جنرل صاحب ملک میں مارشل لا نہیں لگا رہے ... لیکن اگر آپ نے ان کی ہدایت پر عمل نہ کیا تو مارشل لا لگ جائے گا ... اس صورت میں آپ کے پاس کوئی اختیار نہیں رہ جائے گا ... یہ وقت ہے ... آپ کے پاس اختیار ہے۔"

"کہاں ہے اختیار ... آپ مجھ سے وارنٹ پر دستخط کرا رہے ہیں اور ساتھ میں دھمکی دے رہے ہیں کہ دستخط نہ کیے تو مارشل لا لگ جائے

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss
http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

گا۔''

''یہ دھمکی نہیں... تجویز ہے...''

اچھی بات ہے ...اور انھوں نے دستخط کر دیے ... کیونکہ وہ جانتے تھے... ایوانِ صدر اس وقت فوج کے قبضے میں ہے ...ایوانِ صدر کے ملازمین کو گرفتار کر لیا گیا ہے ... کہنے کو وہ کہہ رہے تھے کہ مارشل لا نہیں ہے ... لیکن صورتِ حال ویسی ہی تھی۔

''صدرِ محترم ! آپ بدستور صدر ہیں ...ملک میں جو کچھ ہوگا ... آپ کے حکم سے ہوگا ... آپ ہی احکامات جاری کریں گے ... ہم تو آپ کے اشاروں پر ناچیں گے ...صدر صاحب کا خیال رکھا جائے ...ان سے احکامات پر دستخط کرانے کا کام بدستور جاری رہے گا ...احکامات ہمارے ہوں گے ...دستخط ان کے ... باقی رہ گئے انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید وغیرہ ...ان لوگوں کو تو ہم پہاڑ کی کھوہ میں سے بھی ڈھونڈ لائیں گے۔''

''تو صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتے آپ ...ملک کو ایک بار پھر مارشل لا کی بھٹی میں جھونک دیا گیا ہے۔''صدر صاحب جلال میں آ گئے۔

''آپ یہ سمجھنا چاہیں تو سمجھ لیں ... آپ کے مشیر کے الفاظ

ہمارے پاس موجود ہیں ...ہم فوجی عدالت میں ان پر مقدمہ چلائیں گے ...اور اگر انھوں نے یہ بیان دے دیا کہ صدرِ مملکت نے بھی شارجستان سے ساز باز کی ہے ...تو ہمارا کام اور آسان ہو جائے گا۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ملٹری پولیس کے آفیسرز کمرے میں گھس آئے ... ان کی رائفلیں صدر کی طرف تن گئیں ...صدر صاحب کا چہرہ تاریک ہو گیا ...ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ...وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

''غدار میں نہیں ... تم لوگ ہو ...مجھے جنرل نصیر سے یہ امید نہیں تھی ... جنرل نصیر کو بھی ایک دن اپنے کیے کی سزا بھگتنا ہوگی۔''

''اس دن کا انتظار کرنے کی ضرورت ہمیں نہیں... آپ کو ہے ... خدا حافظ۔''ملٹری آفیسر ایڑیوں پر گھوما اور کمرے سے نکل گیا۔

☆☆☆☆☆

دروازہ کھول دو

''ملک میں مارشل لا نافذ ہو چکا ہے ...اور ہمارے ساتھیوں کچھ
پتا نہیں ۔'' آفتاب نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔
''ان سب کے موبائل بند ہیں ...نئی حکومت انھیں ہر طرف
تلاش کررہی ہے ...اور ظاہر ہے، اگر ان کے موبائل آن ہوں گے تو
بہت جلد ان کا سراغ لگایا جا سکتا ہے ...اس لیے موبائل آف رکھنے
میں بھلائی ہے ...ورنہ مارشل لا حکومت تو انھیں بغیر کسی جرم کے
سلاخوں کے پیچھے دھکیل دے گا ...اور پھر ایک مدت تک کوئی باہر نہیں
آسکے گا ...نہ ان پر کوئی مقدمہ قائم ہوگا، نہ کچھ اور ہو گا ...بند کے بند
ہی رہیں گے ... اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ان کا کسی کو پتا نہ ہو
...اور ہمیں بھی چاہیے، ان کا سراغ لگانے کی کوشش نہ کریں ۔''
''بالکل ٹھیک ۔'' تینوں ایک آواز ہو کر بولے ۔
''تو کیا ہم ان کے لیے کچھ نہ کریں ...ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے

رہیں ۔'' اشفاق نے منہ بنایا۔
''ہم کر ہی کیا سکتے ہیں، اس وقت تو سب لوگ دبکے ہوئے
ہیں۔'' آفتاب نے فوراً کہا۔
''میرے ذہن میں ایک بات آتی ہے ۔'' شوکی نے سوچ میں گم
انداز میں کہا۔
''چلو شکر کریں، ان حالات میں ذہن میں ایک بات تو آتی ہے،
جلدی بتائیں ۔''
''ہم کم از کم اکبر راٹھور صاحب سے اور کرنل فارانی صاحب سے
تو ملاقات کر ہی سکتے ہیں ...انکل راٹھور بہت اچھے وکیل ہیں ...اور
کرنل ریٹائرڈ فوجی ... ملاقات کرنے میں کیا حرج ہے ...دیکھتے ہیں،
وہ کیا مشورہ دیتے ہیں۔''
عصر کی نماز کے بعد وہ راٹھور صاحب کے گھر پہنچ گئے ...انھوں
نے اداس انداز میں ان کا استقبال کیا... ساتھ ہی بولے ۔
''میں جانتا ہوں ... تم لوگ کس سلسلے میں آئے ہو ...یہی نا کہ
انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا ان کے بچے اور ساتھی غائب ہیں
...تو یہ اطلاع میرے لیے نئی نہیں ...اخبارات ان کی خبروں کو خوب
اچھال رہے ہیں ...نئی حکومت کی طرف سے ان سے بار بار کہا جارہا

ہے ،وہ جہاں کہیں بھی ہیں ... خود کو حکومت کے حوالے کر دیں... اگر وہ
ایسا نہیں کریں گے اور ہماری کوششوں سے گرفتار ہوں گے تو پھر ان کے
ساتھ نرم سلوک نہیں کیا جائے گا ...اور اگر انھوں نے خود ظاہر ہو کر
گرفتاری دے دی تو ان کے ساتھ بہت نرم سلوک کیا جائے گا ... یہی
اطلاعات ہیں نا ۔'' اکبر راٹھور یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے ۔

''جی ہاں ! بالکل یہی ۔''

''تو پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو ... ملک میں مارشل لا لگا ہوا ہے
... کوئی چوں بھی کرے گا ... اسے پکڑ کر اندر کر دیا جائے گا ... نہ اس
پر کوئی مقدمہ چلے گا ، نہ یہ بتایا جائے گا کہ انھیں رکھا کہاں گیا ... '' اکبر
راٹھور بولے ۔

''ہم بھی آپ سے یہی مشورہ کرنے کے لیے آئے تھے کہ ان
حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ۔''

''اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے رہو ... یہی بہت ہے کہ مارشل لا
حکومت نے تم لوگوں کو کچھ نہیں کہا ۔''

''آپ کا مطلب ہے ... ہم اپنے دوستوں کا خیال دل سے نکال
دیں ۔'' شوکی نے منہ بنایا۔

''دیکھو... وہ آزاد ہیں ،اپنا بھلا برا سوچ سکتے ہیں ... ان کا کیا

پروگرام ہے ... میں نہیں جانتا ... ہاں اگر وہ تمھیں آواز دیں ... کچھ
کرنے کے لیے کہیں تو اور بات ہے،اس صورت میں تم لوگوں کو حرکت
میں آنا ہو گا ... کیونکہ دوست مدد کے لیے پکارے تو پھر انسان ہاتھ پر
ہاتھ رکھ کر بیٹھا نہیں رہ سکتا ... اس لیے میں کہتا ہوں ... بیٹھے رہو
... انتظار کرتے رہو ... وہ جو غائب ہیں تو کچھ سوچ کر ہی غائب ہوئے
ہیں ... اور دیکھا جائے تو اس واقعے سے ان کی حیرت انگیز ذہانت
ثابت ہوئی ہے ، انھوں نے فوراً بھانپ لیا کہ اب کیا ہونے والا ہے
... بس اب تم جاؤ ...''

''بہت بہتر انکل ۔''

''میں جانتا ہوں ... تم ابھی اپنے گھر نہیں جاؤ گے ... کرنل
فارانی کے پاس جاؤ گے ... لیکن وہ بھی تمھیں یہی مشورہ دیں گے،
کیونکہ ان حالات میں بہتر یہی ہے ... معاملہ بالکل نیا ہے ... اس وقت
یہ حکومت کسی کی کوئی بات نہیں سنے گی ... حالات دیکھیں گے ... حالات
کا رخ دیکھیں گے ... پھر کچھ سوچا جائے گا ...''

''ٹھیک ہے انکل ... آپ کا اندازہ بھی درست ہے ... لیکن ہم
بھی اپنی فطرت سے مجبور ہیں ... اور پھر اگر ہم ان کے پاس نہ گئے تو
وہ یہ گلہ بھی تو کریں گے کہ تم راٹھور صاحب کے پاس تو مشورے کے

لیے گئے ... میرے پاس نہیں آئے ...''

''میں نے تمھیں روکا نہیں ... اپنا خیال ظاہر کیا ہے ... وہ واقعی تمھیں جانا بھی چاہیے۔'' انھوں نے پر خلوص مسکراہٹ چہرے پر لاتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ کرنل صاحب کے گھر پہنچ گئے ... دروازے ہی میں انھوں نے کہہ دیا۔

''میں جانتا ہوں ... تم لوگ کیوں آئے ہو ... خیر آؤ ... کوئی حرج نہیں۔''

''وہ انھیں ڈرائنگ روم میں لے آئے۔''

''اکبر راٹھور کے پاس سے آرہے ہو۔''

''جی ... جی ہاں۔''

''اور انھوں نے تمھیں مشورہ دیا ہے کہ ان حالات میں خاموشی سے گھر بیٹھو۔''

''جی ہاں! انھوں نے یہی کہا ہے۔''

''بس تو پھر میرا مشورہ بھی یہی ہے ... غور کرو ... خود انسپکٹر کامران مرزا اور انسپکٹر جمشید بھی کہیں خاموشی سے موجود ہیں۔''

''لیکن انکل! ہم جانتے ہیں وہ آرام سے نہیں بیٹھے رہیں گے۔''

''اوہو پوری فوج کے مقابلے میں وہ کیا کریں گے ... تمام عدالتیں توڑ دی گئیں ہیں ... عدالتوں میں ججوں کی کرسیوں پر ملٹری آفیسر آکر بیٹھ گئے ہیں ... پولیس اسٹیشنوں پر بھی ملٹری آفیسرز کا قبضہ ہے ... تمام دفاتر ملٹری کے قبضے میں ہیں ... ان حالات میں تم ... وہ بھی بچے کیا کرلوگے۔''

''ٹھیک ہے انکل ... ہم اپنے گھر چلے جاتے ہیں ...'' شوکی نے کہا۔

''اسی میں بھلائی ہے ... ورنہ مصیبت میں پڑو گے اور فائدہ کچھ ہوگا نہیں۔''

''جی ٹھیک ہے۔''

اور ان سے ہاتھ ملا کر باہر نکل آئے ... گھر پہنچے تو ان کے والد دفتر میں بیٹھے نظر آئے۔

''خیر تو ہے ابا جان۔''

''پہلے یہ بتاؤ ... تم کہاں گئے تھے۔''

''ہم انکل راٹھور اور انکل فارانی سے ملنے گئے تھے۔''

''میرا بھی یہی خیال تھا ... ان حالات میں تم کہیں آؤ نہ جاؤ ... اپنے گھر میں رہو ... انھوں نے بھی یہی مشورہ دیا ہوگا۔''

''جی ہاں!''

''ایک کیس آیا تھا ... میں نے انھیں کل بلایا ہے۔''

''جی کیا کہا ... کیس ... ان حالات میں کیس کہاں سے آگیا۔''

''بھئی لوگ ذاتی مسئلے کے سلسلے میں تو آئیں گے نا۔''

''جی ٹھیک ہے ... ہم کل مل لیں گے اس سے۔''

''ہاں! میں یہی کہنے والا تھا ... اس قسم کے کیس کرتے رہو ... ان کا خیال دل سے نکال دو ... انھیں جو کرنا ہے ... خود کریں گے۔''

''ٹھیک ہے ابا جان۔''

اور پھر ان کے والد اٹھ کر اندر چلے گئے ... انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... پھر شوکی بولا:

''ہمیں کچھ بھی نہیں کرنا چاہیے ... تینوں حضرات ہمارے ہمدرد ہیں، سچے دوست ہیں ... ہاں جب انسپکٹر جمشید یا انکل کامران مرزا آواز دیں گے ... اس وقت ہم مارشل لا کی بھی پروا نہیں کریں گے اور وہ کریں گے جو وہ کہیں گے۔''

انھوں نے سر ہلا دیے ... پھر وہ سونے کے لیے لیٹ گئے ... نصف رات کے وقت شوکی کی آنکھ کھل گئی ... اس نے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا ... لیکن آنکھ کھلنے کی وجہ سمجھ میں نہ آسکی ... ایسے میں ایک

آواز اس کے اندر گونجی:

''سو رہے ہو شوکی ... آواز منہ سے نکالنے کی ضرورت نہیں ... بس دل میں جواب دو ... آواز مجھ تک پہنچے گی۔''

اس نے صاف محسوس کر لیا کہ آواز انسپکٹر جمشید کی تھی ... وہ جوش میں بھر گیا ... اس نے دل میں کہا۔

''میں جاگ گیا ہوں۔''

''تو سنو ... صبح جو کیس ملے گا ... اس پر فوراً کام شروع کر دو ... اور بس ... وہ میں ہوں گا۔''

''آپ ... آپ۔''

''آپ ... واپ کو چھوڑ کر ... جو کہا ہے ... بس وہ کرو۔''

''جی اچھا۔'' وہ ڈرے ڈرے انداز میں بولا۔

''ڈرنے کی ضرورت نہیں ... میں نے جس طریقے سے تم سے بات کی ہے ... وہ اور ہی طریقہ ہے ... اس سے کوئی سراغ نہیں لگ سکتا ...''

''اچھی بات ہے انکل۔''

اور پھر آواز بند ہو گئی ... شوکی کو یوں لگا جیسے وہ گہری نیند سے جاگا ہو ... اس نے سر کو جھٹکا دیا ...

’’کک ... کیا میں نے کوئی خواب دیکھا ہے۔‘‘

’’نہیں شوکی ... یہ خواب نہیں تھا ... میں نے واقعی تم سے بات کی ہے... اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ کل جو شخص کیس لے کر آئے گا ... اس کا لباس مکمل طور پر زرد ہوگا۔‘‘

’’جی بہتر۔‘‘

اور بہت دیر تک شوکی کو نیند نہ آسکی ... اس کے تینوں بھائی گہری نیند کے مزے لے رہے تھے ... صبح نو بجے ان کے دفتر کے دروازے پر ٹھک ٹھک ہوئی ... انھوں نے دیکھا ... باہر ایک سیدھا سادا بالکل معمولی سے کپڑوں میں ملبوس ایک دبلا پتلا آدمی کھڑا تھا ... انھیں اپنی طرف متوجہ پا کر وہ بولا:

’’شوکی برادرز۔‘‘

’’جج ... جی ہاں۔‘‘

’’کیا میں اندر آسکتا ہوں۔‘‘

’’جی ضرور ... کیوں نہیں۔‘‘

اچانک شوکی کو یاد آیا ... آنے والے کا لباس بالکل زرد ہو گا ... لیکن یہ شخص نیلے لباس میں تھا ... اس کا مطلب تھا، یہ وہ شخص نہیں تھا ... اس لمحے اس نے شدید الجھن محسوس کی ... کیونکہ وہ انسپکٹر جمشید سے

رابطہ کرنے کی صورت حال کے بارے میں مشورہ نہیں کر سکا تھا ... اتنے میں ملاقاتی اندر آکر سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

’’جی فرمایئے۔‘‘ آفتاب نے کہا ... اس نے صاف محسوس کیا تھا کہ اس کے بڑے بھائی کسی گہری الجھن میں مبتلا ہو گئے ہیں ...

’’مم ... میں ... مجھے شوکی برادرز سے کام ہے۔‘‘

’’جی فرمایئے ... آپ کے سامنے بیٹھے تو ہیں۔‘‘

’’کیا ... یہ ہیں شوکی ... اور آپ ہیں شوکی برادرز۔‘‘ مارے حیرت کے اس کے منہ سے نکلا۔

’’جی ہاں! یہی بات ہے ... آپ کو یقین نہیں آیا۔‘‘

’’بالکل نہیں آیا، اس لیے کہ وہ تو بہت مشہور لوگ ہیں ... اور پراسرار معاملات کو حل کرنے کے سلسلے میں ان کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔‘‘

’’بس تو پھر ... وہ شوکی برادرز تو ہم ہی ہیں ... آپ کو اور شوکی برادرز کی ضرورت ہو تو اور بات ہے۔‘‘

’’نن ... نہیں ... مجھے اصل والے شوکی برادرز کی ضرورت ہے۔‘‘

’’ہم حاضر ہیں ... آپ فرمایئے ...‘‘

’’چلیے پھر ذرا اپنے کارڈز ہی دکھا دیں۔‘‘

"ہاں ہاں! کیوں نہیں۔"

انھوں نے اپنے کارڈز دکھا دیے... پھر شوکی نے کہا۔

"اب آپ کہیں تو ہم اپنے سرٹی فکیٹ بھی دکھا دیں۔"

"نہیں! یہ کارڈز ہی کافی ہیں۔" یہ کہہ کر وہ لگا اپنی قمیص اتارنے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔"

"مجھے بھی آپ کا اطمینان کرانا ہو گا۔" وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"آپ کو رات میں کوئی پیغام ملا تھا یا نہیں... ایسا پیغام کے ذریعے نہیں آیا... نہ تحریر کے ذریعے آیا... نہ انٹرنیٹ کے ذریعے آیا... بلکہ..."

"ایک منٹ! آپ مہربانی فرما کر کوئی وضاحت نہ کریں... آپ ہمارا اطمینان کرانا چاہتے ہیں، وہ کرا دیں۔"

"ٹھیک ہے..." اس نے پھر قمیص کی طرف ہاتھ بڑھائے... ایسے میں ان کے بیرونی دروازے پر زور دار دستک ہوئی... وہ چونک اٹھے... ادھر اجنبی کا ہاتھ درمیان میں ہی رہ گیا، پھر اس نے قمیص چھوڑ دی... اور ان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ہمیں نہیں معلوم... دروازے پر کون ہے۔" شوکی نے اشارے میں بتایا۔

"ٹھیک ہے... دروازہ کھول دو۔"

آفتاب نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا اور پھر وہ بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں... آنے والا انسپکٹر جلالی نور تھا اور اس کے ساتھ ایک ملٹری مین بھی تھا۔

☆☆☆☆☆

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss
http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

کیس

''سر! یہ ہیں شوکی برادرز۔'' جلالی نور نے ان چاروں کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

''اور یہ کون صاحب ہیں۔'' فوجی نے ملاقاتی کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ... شوکی! یہ کون صاحب ہیں۔''

''یہ... کوئی کیس حل کرانے آئے ہیں... ابھی آدھ منٹ پہلے ہی آئے ہیں... ہم تو ابھی ان کا نام بھی نہیں پوچھ سکے۔''

''یہ بات تمھاری ٹھیک ہے شوکی... کیونکہ ہم ایک گھنٹے سے تمھارے دفتر کے باہر موجود ہیں... اور نگرانی کر رہے ہیں۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا، پھر ملٹری مین نے کہا۔

''مسٹر! آپ اپنا تعارف کرائیں اور یہ بتائیں، یہاں کس لیے آئے ہیں۔''

''میرے ایک دوست نے بتایا تھا کہ یہ لوگ پرائیویٹ جاسوس ہیں... حکومت کی طرف سے انھیں اجازت نامہ ملا ہوا ہے... اس لیے یہ اس قسم کے کام کر سکتے ہیں... مجھے ان سے ایک ذاتی کام تھا... اس سلسلے میں آیا ہوں۔''

''ابھی آپ نے انھیں وہ کام تو نہیں بتایا۔''

''جی نہیں۔''

''ٹھیک ہے... آپ وہ کام ہمیں بتائیں... ہم آپ کا کام کریں گے... یہ کیا کر سکتے ہیں بھلا۔''

''لیکن سر! وہ ذاتی کام ہے۔''

''پھر بھی آپ کو بتانا پڑے گا... وہ کام کیا ہے۔''

''اچھی بات ہے... لیکن میں نہیں جانتا آپ کون لوگ ہیں اور کیا قانون کی رو سے آپ مجھے ایسا کوئی حکم دے سکتے ہیں۔'' اجنبی نے پرسکون آواز میں کہا۔

''ہاں کیوں نہیں... میں تعارف کرائے دیتا ہوں... مجھے شوکی برادرز جانتے ہیں میں انسپکٹر جلالی نور ہوں... کیوں شوکی... یہی بات ہے نا۔'' انسپکٹر جلالی نور نے گہرے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ہاں یہی بات ہے۔'' شوکی نے منہ بنایا۔

''تو پھر سن لیں ... میرے ساتھ ملٹری آفیسر اشرف خان ہیں
... یہ ملٹری انٹیلی جنس کے آدمی ہیں ... اور ان کا عہدہ کیپٹن کا ہے
... میرے ساتھ ان کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے ... مجھے کسی سلسلے میں جہاں
بھی جانا پڑے گا ... یہ ساتھ جائیں گے ...''

''چلیے یہ بات تو معلوم ہوگئی ... سوال یہ ہے کہ آپ کو ہمارے
پاس آنے کی کیا ضرورت پیش آگئی ... آپ جانتے ہیں ،ہم امن پسند
لوگ ہیں ۔''

''پولیس اسٹیشن میں ایک فون آیا تھا ... کسی نامعلوم آدمی نے
بتایا تھا کہ شوکی برادرز کے ہاں کوئی جرائم پیشہ شخص آنے والا ہے ... اس
سے کوئی جرم سرزد ہوا ہے اور وہ شوکی برادرز کے ذریعے اپنے جرم پر
پردہ ڈالنا چاہتا ہے ... سو ہم نے سوچا ، اس شخص کے آنے سے پہلے ہم
یہاں کیوں نہ پہنچ جائیں ۔''

''آپ نے اچھا کیا ... انھیں چیک کرلیں ... ہم نے ابھی ان
سے کوئی معاملہ طے نہیں کیا ... بلکہ ہمیں تو ابھی معلوم بھی نہیں ... ان کا
کیس ہے کیا۔''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے ... ابھی انھیں آئے زیادہ وقت نہیں ہوا ... ہاں
تو مسٹر ... کیا نام بتایا آپ نے ۔'' اشرف خان کہتے کہتے رک گیا ۔

''ابھی نہیں بتایا ۔''

''چلیے ... اب بتا دیں ۔''

''میرا نام اسلم فرشوری ہے ۔''

''اپنا شناختی کارڈ دکھائیں ۔''

اس نے فوراً کارڈ نکال کر اس کے سامنے کردیا ... اشرف خان
نے کارڈ کو غور سے دیکھا ، پھر بولا ۔

''ٹھیک ہے ... اب وہ کام بتائیں ... جو آپ شوکی برادرز سے
لینا چاہتے ہیں ... اور یہ بات یاد رکھیں ، اگر آپ نے جھوٹ بولنے کی
کوشش کی تو مشکل میں پھنس جائیں گے ، کیونکہ ہم آپ کا جھوٹ پکڑ
لیں گے ۔''

''مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ... میرے بھائی کو کوئی
نامعلوم شخص بلیک میل کررہا ہے ... اس کے پاس میرے بھائی کے
خلاف کچھ ثبوت ہیں ... لیکن وہ ثبوت اس نے جعل سازی سے بنائے
ہیں ... بس میں چاہتا ہوں ... شوکی برادرز کے ذریعے وہ ثبوت حاصل
کرلوں ۔''

''وہ ثبوت اب ہم حاصل کریں گے ۔''

''ثبوت جعلی ہیں ، کیا آپ ان کے جعلی ہونے کا پتا چلالیں

گے۔''

''ملٹری آفس میں اب ایسے آلات موجود ہیں ... جن سے جھوٹ اور سچ معلوم کیا جاسکتا ہے ... جعلی ثبوت کا بھی پتا چل جائے گا اور اگر ثبوت جعلی ثابت ہوگئے تو ہم انھیں چھوڑ دیں گے اور جعل ساز کو گرفتار کرلیں گے۔''

''اگر یہ بات ہے تو میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی اور بات ہو ہی نہیں سکتی۔''

''بس تو پھر ... آپ ہمیں اس بلیک میلر تک لے چلیں۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ... مجھے افسوس ہے شوکی برادرز، میں اپنا کیس اب آپ سے نہیں کراسکتا۔''

''کوئی بات نہیں ... یہ اور اچھا ہے اب آپ کی مدد یہ حضرات کریں گے۔''

''اگر یہ سچے ہوئے تو؟'' جلالی نور نے فوراً کہا۔

''وہ تو آپ مشینوں کے ذریعے معلوم کر ہی لیں گے۔''

''بالکل ٹھیک۔'' اشرف خان نے مسکرا کر کہا اور پھر وہ اس کے ساتھ باہر نکل گئے ... وہ کئی منٹ تک ساکت بیٹھے رہے... آخر کار شوکی نے کہا۔

''کیا خیال ہے۔''

''بات پلّے نہیں پڑی۔''

''پڑ جائے گی ... ابھی یہ صاحب ایک بار پھر آئیں گے ... یعنی ان لوگوں کا اطمینان کرانے کے بعد۔'' شوکی مسکرایا۔

اور شوکی کا اندازہ درست نکلا ... دو گھنٹے کے بعد ملاقاتی اسلم فرشوری پھران کے دروازے پر موجود تھا اور کہہ رہا تھا:

''کیا میں اندر آسکتا ہوں۔''

''تشریف لائیے! ہم تو آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے۔''

''کیا مطلب۔'' اسلم فرشوری چونکا۔

''میرا اندازہ تھا کہ آپ پھر آئیں گے۔''

''اوہ ہاں!'' یہ دروازہ کھلا رہنے دیں ... تاکہ کوئی اور ملٹری مین نگرانی کر رہا ہو تو شک نہ کرے ... فی الحال تو انھیں میں نے اطمینان دلا دیا ہے کہ میں ایک عام آدمی ہوں اور واقعی ایک ذاتی کیس کے سلسلے میں آپ سے ملنے کے لیے آیا تھا۔''

''اور آپ نے انھیں کس طرح اطمینان دلایا۔''

''میں انھیں اس بلیک میلر کے گھر لے گیا ... لیکن اس کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا ... ملٹری والوں نے تالا توڑ دیا اور گھر کی

تلاشی لی ... وہاں سے انھیں جعلی تصاویر مل گئیں جن کے ذریعے وہ شخص بلیک میلنگ کر رہا تھا ... انھوں نے ان تصاویر کو ضائع کر دیا اور مجھے فارغ کر دیا ... ساتھ ہی انھوں نے کہہ دیا کہ اب اگر یہ شخص پھر بلیک میل کرنے کی کوشش کرے تو انھیں فون کر دیا جائے اور بس ... ہم اس سے نبٹ لیں گے ... انھوں نے اپنا نمبر بھی مجھے دیا ہے۔''

''بہت خوب! یہ تو بہت اچھی بات ہو گئی ... ہینگ لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آ گیا ... اگرچہ یہ لفظ چوکھا بہت پرانا ہے، لیکن کیا کیا جائے، مجبوری ہے ... اب ہم محاورے تو بدلنے سے رہے۔''

''اب اس بات کو چھوڑیں ... میں آپ کو ایک چیز دکھانے والا تھا ... جب وہ لوگ اچانک آدھمکے تھے ... اب میں وہیں سے اپنی بات شروع کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے ... کریں۔''

''پہلے تو یہ دیکھ لیں ... یہ کہہ کر اس نے اپنی قمیص اوپر اٹھا کر دکھائی ... وہ دوسری طرف سے زرد تھی ... شوکی یہ دیکھ کر چونکا ... پھر اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

''اب جب کہ آپ کا مسئلہ ملٹری والوں کی مہربانی سے حل ہو گیا ... آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔''

''میں تو بس آپ سے معافی مانگنے آیا ہوں ... کیونکہ میں نے آپ کا وقت ضائع کیا ... آپ چاہیں تو اپنے وقت کی فیس لے لیں۔''

''اس کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''چلیے میں آپ کی دعوت کیے دیتا ہوں ... آج شام کا کھانا میرے ساتھ کھائیے ... مجھے بہت خوشی ہو گی ... یہ میرا کارڈ ہے ... اس پر پورا پتا اور فون نمبرز لکھے ہوئے ہیں... آپ آسانی سے پہنچ جائیں گے ... کوئی دقت ہو تو مجھے فون کر دیں۔''

''لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔''

''بس میرا جی چاہتا ہے۔''

''اچھی بات ہے ... ہم آ جائیں گے ... آپ کی خوشی کی خاطر ورنہ ہمیں دعوتیں کھانے کا ایسا کوئی شوق نہیں۔''

''شکریہ! ٹھیک آٹھ بجے شام میں آپ کا انتظار کروں گا۔''

''ہم وقت پر پہنچ جائیں گے ان شاء اللہ۔''

اور وہ اٹھ کھڑا ہوا... اس نے چاروں سے بہت محبت بھرے انداز میں ہاتھ ملایا اور چلا گیا۔

''عجیب آدمی ہے ... اتنی سی بات پر دعوت دے ڈالی۔''

''اچھے آدمی ایسے ہی کرتے ہیں۔''

''تو کیا ہم جائیں گے۔''

''ہم جائیں گے ...ہمارا کیا جاتا ہے ...یوں بھی ان دنوں ہم فارغ ہیں ... کیس بھی ملتے ملتے رہ گیا۔''

اور پھر شام کو ٹھیک آٹھ بجے وہ اسلم فرشوری کے دروازے پر دستک دے رہے تھے ... جلد ہی دروازہ کھلا اور اسلم فرشوری باہر نکل آیا ...اس نے ان سے مصافحہ کیا اور انھیں اندر لے آیا ...دروازہ بند کردیا گیا۔

''کھانا بس تیار ہی ہے ...ابھی لگ جاتا ہے ...تب تک ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہیں۔''

''جی اچھا۔''

وہ انھیں ڈرائنگ روم میں لے آیا ... آفتاب ،اشفاق اور اخلاق کے چہرے پر الجھن ہی الجھن تھی جب کہ شوکی پوری طرح بے فکر نظر آرہا تھا ...

اور پھر ان کے سامنے کھانا لایا گیا ...سب مل کر کھانے لگے ... کوئی آدھ گھنٹے بعد کھانے سے فارغ ہوئے ،اس دوران اسلم فرشوری ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا...ایسے میں انھیں نیند سی آنے لگی ...وہ بہت حیران ہوئے کہ انھیں نیند کیوں آرہی ہے ... پھر انھیں اوپر

تلے تین چار جمائیاں آئیں ... پھر شوکی کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''پتا نہیں ... گک... کیا بات ہے...''شوکی بس یہیں تک کہہ سکا ...پھراس کا سر میز کے کنارے پر ٹک گیا ...اشفاق ، اخلاق اور آفتاب اس سے بھی پہلے سو چکے تھے ... کچھ دیر بعد گھر کا دروازہ کھلا ...شوکی برادرز باہر نکلے ...اور رکشے میں بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے ... گھر کے سامنے رکشہ رکا ،بل ادا کر کے وہ اندر داخل ہوگئے ...رکشہ وہاں سے آگے بڑھ گیا ...اس وقت باہر کھڑے ایک ملٹری مین نے کسی کو فون پر رپورٹ دی ...

''سر !ملٹری آفس سے بات کر رہا ہوں ...اسلم فرشوری پھر شوکی برادرز سے ملا تھا ...اس نے انھیں کھانے کی دعوت دی تھی ...وہ اس کے گھر چلے گئے تھے ... کوئی ایک گھنٹے بعد وہ باہر نکل کر اس رکشے میں بیٹھے تھے اور اب واپس اپنے گھر آچکے ہیں۔''

''ٹھیک ہے ،ان کی نگرانی بدستور جاری رہے گی ...وہ گھر سے نکل کر جہاں کہیں بھی جائیں ،ان کا تعاقب کیا جائے۔''

''اوکے سر!''

''اور دوسری بات ... کوئی ان سے ملنے کے لیے آئے تو فوری

طور پر مجھے اطلاع دی جائے۔'' دوسری طرف سے اشرف خان کی آواز سنائی دی۔

''حکم کی تعمیل ہو گی سر۔''

''شکریہ!''

اسلم فرشوری ان چاروں کو رخصت کرنے کے بعد دروازہ بند کر کے اندر کی طرف مڑا تو اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی ...اس مسکراہٹ سے کامیابی جھلک رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

کامیابی

دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے اس گھر کا ایک خفیہ دروازہ کھولا ... اس دروازے سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں ... سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آیا ... نیچے موجود تیرہ افراد کی نظر اس کی طرف اٹھ گئیں...

''کیا رہا ابا جان!'' محمود کی بے تابانہ آواز سنائی دی۔

''کامیابی ... آخر ہم شوکی برادرز کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں کامیاب ہو گئے ... ملک کے اس حصے میں آنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ شوکی برادرز کو اپنے ساتھ ملا لیں گے، دوسرا یہ کہ ہماری تلاش اس حصے میں اس پیمانے پر نہیں کی جائے گی جتنی دارالحکومت میں ...اب یہ اور بات ہے کہ انھوں نے اس خیال کے پیش نظر پہلے ہی شوکی برادرز کی نگرانی شروع کر دی تھی ...یعنی وہ پہلے ہی اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ ہم لوگ شوکی برادرز کے پاس آئیں گے یا انھیں اپنے پاس بلائیں گے

...لہذا اس طرح ہم ان تک پہنچ جائیں گے ... میرے ذہن میں یہ
بات موجود تھی ،اس لیے میں نے پہلے پورا انتظام کیا ... پھر اسلم فرشوری
کے روپ میں وہاں گیا ... لیکن اگر ہم چار عدد نقلی شوکی برادرز یہاں
پہلے سے تیار نہ کر لیتے تو اس وقت ہمارا منصوبہ بھی ناکام ہو گیا تھا
...اللہ کا شکر ہے ... ہم ناکام نہیں رہے ...اب سوچنا یہ ہے ہم ان
حالات میں کیا کریں ... ہم کیا کر سکتے ہیں ...پورے ملک میں مارشل لا
نافذ ہو چکا ہے ...ہر شعبے میں فوج نے قبضہ کر لیا ہے ...اگر فوج کا یہ
اقدام کسی برے حکمران کے خلاف ہوتا تو ہم خوش ہوتے، لیکن موجودہ
صدر صاحب تو بہت ہی اچھے ہیں ... انصاف پسند ہیں ... انھیں بغیر کسی
قصور کے برطرف کر کے مارشل لا لگایا گیا ہے ...لہذا ہم آرام سے
نہیں بیٹھ سکتے...ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا ...ورنہ صدر بے چارے تو
جیل میں سڑ جائیں گے اور ان کے ساتھ خان نسیم خان بھی ... خان نسیم
خان دراصل اس حکومت کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہیں ... صدر صاحب
ان کے مشورے کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھاتے ...اب دشمن ملک نے
جو قدم اٹھایا ہے ...یعنی حکومت کا تختہ الٹا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ
ان کی تجاویز دشمن ملک کے لیے مصیبت تھیں ...ان تجاویز کی وجہ سے
ملک میں ایسے قدم اٹھائے جاتے تھے کہ دشمن ملک پیر پٹختا رہ جاتا تھا

...اسی لیے انھوں نے خان نسیم خان کو آخر غائب کرنے کا فیصلہ کیا
...انھیں غائب کرنا آسان کام نہیں تھا ...لہذا ان پر الزام لگایا گیا
...یہ الزام بالکل جھوٹا تھا ...اور ساری سازش دشمن ملک شارجستان کی
تھی...ہمارے جنرل صاحب اور ان کے کمانڈر صاحبان بھی اس سازش
کو نہ سمجھ سکے... اس طرح انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسے غلط لوگوں کی
حکومت کو ختم ہی کر دیا جائے ... لہذا مارشل لا کے علاوہ انھیں اور کچھ نہ
سوجھا ...ہمارے گھر بھی کھلونا رکھا گیا ...تاکہ ہمارے جعلی الفاظ بھی
جنرل صاحب کو سنا دیے جائیں ... کیونکہ سازشی جانتے ہیں ،جب تک
ہم آزاد ہیں ...ان کا کوئی منصوبہ مشکل ہی کامیاب ہو سکتا ہے ...لہذا
ہمیں بھی لپیٹ میں لیا گیا ...صدر صاحب نے دراصل خان نسیم خان
کے مشورے سے ایک منصوبہ ترتیب دیا تھا ...دشمن نے ایک چوٹی پر کئی
سال سے قبضہ کر رکھا تھا ...اس چوٹی پر اس کے قبضے کی وجہ سے آئے
دن ملک کو کوئی نہ کوئی بڑا نقصان پہنچتا رہتا تھا ...صدر چاہتے تھے کہ
کسی طرح اس چوٹی کو آزاد کرایا جائے ...انھوں نے جنرل نصیر صاحب
سے اس سلسلے میں بات کی اور حکم دیا کہ ہر حال میں اس چوٹی پر ہمارے
ملک کا قبضہ ہونا چاہیے ...چاہے جتنے جی چاہیں ،وسائل اختیار کرنا
پڑیں ...جنرل صاحب نے اپنی پوری کوشش کی ...یعنی اخباری اطلاعات

کے مطابق ... جو ہم اخبارات پڑھتے رہے ہیں ... اس کے مطابق بات کر رہا ہوں ... ہمارے فوجی اس چوٹی پر قبضہ نہ کر سکے ... بلکہ بہت سے فوجی اور بڑے بڑے آفیسر شہید بھی ہو گئے ... ان حالات میں صدر صاحب نے خان نسیم خان کے مشورے سے ایک منصوبہ تیار کیا اور منصوبہ جنرل نصیر کو دیا ... لیکن ابھی اس پر عمل شروع نہیں ہوا تھا کہ دشمن ملک کو اس منصوبے کا پتا چل گیا اور اس نے پہلے سے انتظام کر لیا ... اس طرح ہمارا منصوبہ ناکام رہا اور بہت سے لوگ شہید ہو گئے ... وہ منصوبہ کیا تھا، یہ ایک فوجی راز ہے ... میں نے صدر صاحب سے نہیں پوچھا، نہ انھوں نے بتایا ... لیکن وہ ناکام ہو گیا ... یہ ہمیں معلوم ہے ... اب سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ منصوبہ ناکام کیسے ہوا ... شارجستان کو کیسے پتا چلا ... اس سلسلے میں صرف تین آدمی سامنے تھے... صدر صاحب، خان نسیم خان، اور خود جنرل نصیر صاحب ... اب جنرل نصیر نے اپنے طور پر سراغ لگانے کی کوشش کی ... ان کے اپنے شعبے میں سائنس کا شعبہ بھی ہے ... سراغ رسانی کے آلات بھی ہیں ... ان کے ذریعے انھوں نے گفتگو ریکارڈ کی ... یعنی شارجستان کے اور خان نسیم خان کے درمیان جو بات ہوئی تھی ... اس طرح میری گفتگو بھی ریکارڈ کی گئی ... اسی سے ہم جان گئے کہ ہمارے خلاف سازش ہے، بالکل جھوٹے

ثبوت بنائے گئے ہیں ... ظاہر ہے ... ہم ان ثبوتوں کا پول بہت آسانی سے کھول سکتے تھے ... لیکن ایسا وقت آنے سے پہلے مارشل لا لگا دیا گیا ... ''یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

کچھ دیر تک سب سوچ میں ڈوبے رہے، پھر پروفیسر داؤد کی آواز ابھری:

''اس کا صاف مطلب تو پھر یہ ہے کہ جنرل نصیر نے یہ سب کچھ کیا ہے۔''

''جی نہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیا کہا ... جمشید ... جی نہیں؟'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! ابھی کہا ہے میں نے ... جنرل نصیر ایسے آدمی نہیں ہیں ... میں نے ان سے بہت مرتبہ ملاقاتیں کی ہیں، باتیں کی ہیں ... پھر ان کے بیانات اخبارات میں بار بار پڑھے ہیں ... لہذا میں تو یہی کہوں گا کہ اس سازش میں ان کا ہاتھ نہیں ہیں ... بہر حال ہم سراغ لگائیں گے۔''

''لیکن کیسے ... ہم تو یہاں سے باہر بھی نہیں نکل سکتے۔''

''یہ کیس بہت خطرناک ہے ... اس میں ہم سب مارے جا سکتے

ہیں ... کیونکہ مارشل لا سازش کے تحت لگا ہے ... امید کی صرف ایک
ہلکی سی کرن میرے ذہن میں ہے ... ہم اس کرن کو آزمائیں گے۔''
''کیا کہا ابا جان ... کرن کو آزمائیں گے۔'' مارے حیرت کے
فرزانہ کے منہ سے نکلا۔
''ہاں! میں نے یہی کہا ہے ... فوج میں ایک کرنل ہیں ...
میرے بہت اچھے دوست ... میری بات پر ہر حال میں یقین کریں گے
... لیکن ان کا عہدہ اتنا بڑا نہیں... یہ مسئلہ کسی کور کمانڈر کے بغیر حل
نہیں ہوگا ... لیکن بہرحال ہمیں کرنل صاحب سے ملنا تو پڑے گا ... ہو
سکتا ہے ... وہ کوئی مشورہ دے دیں ... لیکن اس طرح خود ان کی
ذات بھی خطرے میں آسکتی ہے ... اور اگر ایسا ہوگیا تو سمجھو سارا معاملہ
چوپٹ۔''
''تب پھر ہم کیا کریں گے۔''
''خان رحمان ... تمہارے بھی تو کوئی بڑے عہدے والے دوست
ہو سکتے ہیں ... جو تم پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کرتے ہوں۔''
''ہاں! ایسا ہے ... ایک بریگیڈیر میرے دوست ہیں... سوال یہ
ہے کہ ہم ان سے کیسے رابطہ کریں ... مجھے تو اس راستے میں خطرات ہی
خطرات محسوس ہو رہے ہیں۔'' خان رحمان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''پھر اب کیا کیا جائے۔''
''ہمیں کسی نہ کسی طرح ان سے ملنا ہوگا ... یہ خطرہ مول لینا ہوگا
... پورے ملک پر اس وقت فوج کی نظریں پوری طرح جمی ہیں ... کسی
طرف سے نکل کر بھی ہم کہیں نہیں جا سکتے ... لہذا ان حالات میں آواز
دیتا ہوں فرزانہ کی آواز کو۔''
''کیا کہا آپ نے ... آواز دیتے ہیں فرزانہ کی آواز کو۔''
فاروق حیران ہو کر بولا۔
''اوہ معاف کرنا ... میں آواز دیتا ہوں فرزانہ کی عقل کو۔'' وہ
مسکرائے۔
''آپ ... آپ کا مطلب ہے ... مم ... میں ... میں بتاؤں کہ
ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔''
''ہاں! یہی بات ہے۔''
''میرا خیال ہے ... میں نے زندگی میں اس قدر مشکل کبھی محسوس
نہیں کی ہوگی ... جتنی آج کر رہی ہوں ... لیکن اس کے باوجود میں
عقل کو آواز دوں گی۔''
''لیکن ابا جان! اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہاں ہونے والی
گفتگو کہیں سنی نہیں جا رہی۔'' محمود نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''اس کی وجوہات ہیں۔'' وہ بولے۔

''اور وہ کیا؟''

''ہم سب کے موبائل آف ہیں ... اب اور موبائل اور سمیں ہمارے پاس ہیں... اس قسم کی چیزیں ... شناختی کارڈ وغیرہ ہم لوگ پہلے سے تیار رکھتے ہیں ... پھر پروفیسر صاحب نے بھی اپنے طور پر ایسا انتظام کیا ہے کہ یہاں کی آوازیں کسی بھی ذریعے سے باہر نہیں جائیں۔''

''چلیے پھر تو ٹھیک ہے ... ان حالات میں میں کوئی ترکیب سوچ سکتی ہوں ... بتا سکتی ہوں۔''

''یہی ہم چاہتے ہیں۔''

''ایک سوال میں بھی پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ سوال پوچھنے کے لیے میں بری طرح بے چین ہوں۔'' شوکی بول اٹھا۔ وہ چاروں کچھ دیر پہلے ہی ہوش میں آئے تھے۔

''میں جانتا ہوں شوکی ... تم کیا پوچھنا چاہتے ہو ... یہ کہ میں نے تم چاروں کے دماغ سے کیسے رابطہ کیا تھا ... تو سن لو ... یہ ایک قسم کی ٹیلی پیتھی ہے ... اور اس کے لیے بہت زبردست قسم کی قوتِ ارادی کی ضرورت ہوتی ہے ... یعنی اس قسم کی ٹیلی پیتھی کرنے والا بہت

زبردست مضبوط قوتِ ارادی کا مالک ہو، تب وہ ایسا کر سکتا ہے ... میں نے حال ہی میں یہ سیکھی ہے اور کئی بار اس کی مشق کر چکا ہوں ... لیکن ابھی کسی کو بتا نہیں سکا تھا ... اب مجبوراً اس فن سے کام لینا پڑا تھا۔''

''تب تو یہ کہنا پڑے گا کہ اس قسم کے حالات کے لیے بہت زبردست فن ہے۔'' آفتاب نے پرجوش انداز میں کہا۔

''ہے تو سہی ... لیکن ہر آدمی اس کا ماہر نہیں بن سکتا ... میرے علاوہ یہاں اگر کوئی ایسا کر سکتا ہے تو وہ کامران مرزا ہیں اور میں انھیں جلد ہی ایسا کرنے کے قابل بنا دوں گا۔''

''یہ بہت مناسب رہے گا۔'' انسپکٹر کامران مرزا نے خوش ہو کر کہا۔

''لیکن پہلے فرزانہ کی ترکیب۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''اوہ ہاں فرزانہ تو ہو جائے کوئی ترکیب ... کیونکہ ان حالات میں ہمیں ایک عدد ترکیب کی سخت ضرورت ہے۔'' آفتاب مسکرایا۔

''مم ... میں کوشش کرتی ہوں ... مجھے سوچ میں گم ہو جانے دو ... اور کوئی بات نہ کرو ... ورنہ کوئی ترکیب کارگر نہیں ہوگی ... یا سوجھ نہیں سکے گی۔''

اچھی بات ہے فرزانہ ... ہم خاموش ہوئے جاتے ہیں اور اب اس وقت تک کوئی بات نہیں کریں گے جب تک کہ تم خود ہمیں بولنے کے لیے نہیں کہو گی ... یوں بھی ہمیں کیا پڑی ہے ...باتیں کرنے کی ... خاموش رہنا کہیں زیادہ آسان کام ہے ...اور...''آفتاب کہتا جا رہا تھا کہ فرحت نے جھلاّ کر کہا۔

''یہ تم خاموش ہوئے ہو۔''

''اوہ میں یہی سمجھ رہا تھا کہ میں خاموش ہوں۔''آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

''ہے کوئی تک ... یعنی مسلسل باتیں کر رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ یہ خاموش ہیں۔''

''اچھا !اب اپنے آپ کو خاموش نہیں سمجھوں گا۔''

''توبہ ہے تم سے۔''

''خاموش !ورنہ فرزانہ واقعی کچھ نہیں سوچ سکے گی۔''انسپکٹر کامران مرزا گرجے۔

''اور انکل ... فرحت کو بھی تو ترکیب سوچنے کی دعوت دے دیں، بلکہ شوکی کو بھی۔''

''اوہ ہاں !یہ تو میں بھول ہی گیا ... فرحت بھی کم تو نہیں ... چلو

فرحت تم بھی دماغ پر زور دو ... بلکہ خوب زور دو ... تمھیں کوئی ترکیب سوجھتی ہے۔اور شوکی تم بھی۔''

''میرے خیال میں یہ ترکیب درست نہیں ،اس طرح ہم ٹو دی پوائنٹ ترکیب نہیں سوچ سکیں گے۔''فرحت نے منہ بنایا۔

''کیا مطلب ؟''فرزانہ نے چونک کر کہا۔

''پہلے یہ بتایا جائے کہ کرنا کیا ہے ...جب تک ہمیں یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ کرنا کیا ہے ...اس وقت تک ہم کوئی ترکیب نہیں سوچ سکیں گی۔''

''بات معقول ہے ...پہلے یہ سوچا جائے کہ کیا کرنا ہے۔''خان رحمان نے اعلان کیا۔

''یہ میں سوچ چکا ہوں۔''ان حالات میں انسپکٹر جمشید بول پڑے۔

''اوہ جمشید اوہ۔''خان رحمان چونکے۔

''تو پھر آپ پہلے یہ بتائیں نا کہ آپ نے کیا سوچا ہے ...''محمود پرجوش انداز میں بولا۔

''نہیں !''انھوں نے زور دار انداز میں سر ہلایا۔

''آپ نے کیا کہا ...''آصف بولا۔

''نہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''میں نہیں بتاؤں گا ... تم لوگ ہی بتاؤ گے کہ میں نے کیا سوچا ہے ... اور اب کیا کرنا ہے۔''

''لو کرلو بات۔'' فاروق نے جھلا کر پیشانی پر ہاتھ مارا۔

'' بات کرنے کے لیے ہی تو کہہ رہا ہوں۔''

''اچھی بات ہے ... پھر یونہی سہی۔''

اور وہ سب سوچ میں گم ہو گئے ... آدھ گھنٹے تک سوچ میں غرق رہے ... آخر فرزانہ نے کہا۔

''میں بتا سکتی ہوں ... آپ نے کیا سوچا ہے۔''

''چلو بتاؤ۔''

''آپ نے سوچا ہے کہ آپ یا انکل کامران مرزا ... کسی بڑے فوجی کے روپ میں ملٹری ہیڈکوارٹر جائیں گے۔''

''ارے باپ رے ... یہ تو حددرجے خطرناک ہو گا۔'' خان رحمان چونک اٹھے۔

''اور خان رحمان بھی ساتھ جائیں گے ... کیونکہ فوج کے ماحول کو یہ ہم سب سے کہیں زیادہ جانتے ہیں ... لہذا یہ ہماری مدد کریں گے

... ہم ایک آفیسر کے میک اپ میں نہیں ... دو یا تین آفیسرز کے میک اپ میں جائیں گے۔''

خطرناک ... انتہائی خطرناک۔'' پروفیسر داؤد، خان رحمان، آفتاب اور شوکی وغیرہ ایک ساتھ پکار اٹھے۔

''اس میں شک نہیں ... کیونکہ یہ ترکیب حددرجے خطرناک ہے ... لیکن ... اس ترکیب کے سوا کوئی دوسری ترکیب بھی تو نہیں۔''

''اوہ۔'' ان سب کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

☆☆☆☆☆

ہیڈ کوارٹر میں

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے ... ان کے دماغ سائیں سائیں کر رہے تھے ... آخر فاروق کی آواز سنائی دی ۔

''اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اس کیس میں ہمیں کچھ کرنے کا موقع نہیں ملے گا ۔''

''ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ... نہ جانے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے ... بیٹھتا بھی ہے یا نہیں ...''

''یہ آپ نے کیا کہا ... بیٹھتا بھی ہے یا نہیں ...'' آصف نے حیران ہو کر کہا ۔

''میرا مطلب ہے ... نہ جانے حالات کیا رخ اختیار کریں ... ہو سکتا ہے ... ہم سب پکڑے جائیں ... اس صورت میں ہمیں پھانسی پر لٹکا یا جائے گا ... غداری کے جرم میں ... لیکن کوئی مقدمہ نہیں چلے گا ... بس فوجی عدالت کے سامنے ہمیں پیش کیا جائے گا ... گرفتار

کرنے والوں کا بیان سنا جائے گا اور ہمارا بیان لیے بغیر سزا سنا دی جائے گی ... یا ہو سکتا ہے ... ہمارا بیان لیا جائے ... لیکن اس کی کوئی اہمیت نہیں ہو گی ... ان حالات میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ کیس ضرورت سے زیادہ خطرناک ہے ... لیکن ہمیں اپنے ملک کے لیے ہر کام کرنا ہے ... ورنہ ہم شارجستان کے زیرِ اثر چلے جائیں گے ... اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہماری فوج میں کچھ غلط لوگ موجود ہیں ... اور یہ سازش ان لوگوں کے ذریعے کامیاب ہوئی ہے ... اور ہمیں ان کا سراغ لگا نا ہے ... ورنہ اس خرابی کی اصلاح نہیں ہو سکتی ... ملک کی کشتی یونہی ڈانوا ڈول رہے گی ... کنارے نہیں لگ سکے گی ... اب اگر ہم ڈرتے ہیں، ملک کے لیے ہم نے اس موقعے پر کچھ نہ کیا تو پھر ایک دن شارجستان ہمارے ملک پر قبضہ کر لے گا ... جنگ کے ذریعے نہیں ... سازش کے ذریعے ... پہلے بھی اس کی سازشوں سے ہم اپنے ملک کا نصف حصہ گنوا چکے ہیں ... اس لیے ہمیں یہ کام کرنا ہو گا ...''

''اچھی بات ہے ... اللہ مالک ہے ...'' پروفیسر داؤد بولے ۔

''ہم آج رات سے اپنا کام شروع کر رہے ہیں ... یہ جگہ چھوڑ رہے ہیں ... اور اپنے ایک دوست کے ہاں منتقل ہو رہے ہیں ... اب اس کیس پر باقی کام وہیں ہو گا ۔''

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر نصف رات کو وہ اس دوست کے گھر کے پچھلے حصے سے باہر نکلے ...باہر نکلنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لیا گیا تھا کہ کوئی آس پاس نگرانی تو نہیں کر رہا...انھیں کچھ دور تک پیدل چلنا پڑا...پھر پیچھے سے آتی ہوئی ایک کار ان کے نزدیک رک گئی:

"لفٹ چاہیے ... آیئے میں آپ کو پہنچادوں ..."

وہ ایک بڑی گاڑی تھی ... گاڑی ڈرائیو کرنے والا کافی شریف نظر آرہا تھا...انسپکٹر جمشید نے سر ہلا دیا اور گاڑی میں جا بیٹھے ...ان کے ساتھ ہی باقی لوگ بھی بیٹھ گئے ... گاڑی چل پڑی ...ان کا سفر ایک گھنٹے تک جاری رہا، پھر ڈرائیور نے کہا:

"گاڑی کی سیٹوں کے نیچے خود کو چھپا لیں ...چیک پوسٹ آنے والی ہے ... اس گاڑی کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا ...لیکن پاس سے گزرتے ہوئے اندر بیٹھے لوگوں پر تو نگرانی کرنے والوں کی نظر پڑے گی نا ...اس لیے ...اس کی سیٹوں کے نیچے بہت کافی جگہ ہے ... آپ آسانی سے آجائیں گے۔"

"اچھی بات ہے ... آپ فکر نہ کریں، اس قسم کے کام ہم کرتے رہتے ہیں۔"

وہ سیٹوں کے نیچے دبک گئے ... جلد ہی گاڑی آہستہ ہوگئی ... ان کے دل دھک کرنے لگے، کیونکہ اگر انھیں اس موقعے پر ہی دیکھ لیا جاتا تو کام اسی جگہ خراب ہو جاتا اور کیس پر کام نہ ہو سکتا ... آہستہ ہوتے ہی گاڑی پھر رفتار پکڑ گئی ...اس کا مطلب تھا ...وہ چیک پوسٹ سے گزر گئی ہے۔

آخر گاڑی رک گئی ...اس کا پچھلا دروازہ کھولا گیا اور انھیں اتر آنے کا اشارہ دیا گیا ...انھوں نے دیکھا، وہ ایک گیراج میں تھے ... گیراج کی بائیں دیوار میں ایک دروازہ تھا ...ڈرائیور نے اس دروازے کو کھول دیا ...دوسری طرف ایک کمرہ تھا ...اس کے سامان سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس ڈرائیور کا کمرہ ہے۔

"آپ فی الحال یہاں کچھ دیر ٹھہریں ...پھر کرنل صاحب آپ سے ملاقات کریں گے ...حالات دیکھ کر۔"

"اچھی بات ہے۔" یہ جملے انتہائی دھیمی آواز میں کہے گئے۔

ایک گھنٹے کے بے چین کردینے والے انتظار کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈرائیور اندر داخل ہوا۔

"آیئے!" اس نے اشارے میں کہا۔

"وہ انھیں ساتھ لیے کوٹھی کے پچھلے حصے میں آیا ...یہاں ایک

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss
http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

صاحب موجود تھے ... انھوں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا ... جب انھوں نے محسوس کرلیا کہ ڈرائیور جا چکا ہے ... تب انھوں نے اٹھ کر دروازہ بند کردیا اور بولے ۔

''ڈرائیور اگرچہ بہت بااعتماد ہے ... لیکن احتیاط پھر بھی اچھی ہے ... انسپکٹر جمشید آپ میرے بچپن کے دوست ہیں اور میں فوج سے ریٹائرمنٹ لے چکا ہوں ... یعنی وقت سے پہلے ریٹائرمنٹ لے لی تھی میں نے ... تاہم فوج میں میرے بہت سے دوست اب بھی ہیں ... اور فوجی معاملات میں میں بے شک آپ کی مدد کرسکتا ہوں ... میں جانتا ہوں ... ملک میں اچانک مارشل لا لگایا گیا ہے ... اور آپ لوگ ضرور اسی سلسلے میں آئے ہیں ... میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں ...'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگئے ۔

''جی نہیں ... آپ کا اندازہ بالکل درست ہے ... میں عرض کرتا ہوں ... لیکن پہلے بتادیں ... یہاں ہونے والی بات چیت سن لیے جانے کا تو کوئی خطرہ نہیں ؟''

''بالکل نہیں ... اگر میں ریٹائر نہ ہوا ہوتا تو اور بات تھی ... ریٹائرڈ آدمیوں کی کون نگرانی کرتا ہے ... اوہو ... میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میرا نام کرنل ظفریاب ہے ۔''

''اچھی بات ہے ... تو پھر سنیے ... حالات آپ کے سامنے ہیں ... جنرل نصیر صاحب نے خان نسیم خان اور مجھ پر غداری کا الزام لگا کر مارشل لا کے حالات پیدا کیے ہیں ... یا یوں کہہ لیں کہ حالات خودبخود پیدا کیے ہیں ... اس سلسلے میں ایک کھلونا بھالو سے کام لیا گیا ... اور اسی بنیاد پر میں اعلانیہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ سازش ہے ...

جو الفاظ اس بھالو کے ذریعے ریکارڈ کیے گئے ، میں نے کہے بھی نہیں ... اسی طرح خان نسیم خان بھی انکاری ہیں ... میں ان کے بارے میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ انھوں نے الفاظ نہیں کہے ... لیکن اپنے بارے میں تو مجھے معلوم ہے نا ...''

''ہاں ! یہ بات تو ٹھیک ہے ۔''

''بس تو پھر ... یہ بات طے ہے کہ یہ سوفیصد سازش ہے ... اور یہ سازش صدر اور خان نسیم خان کے خلاف نہیں ، ملک کے خلاف ہے ... اگر ہم نے قدم نہ اٹھایا اور مارشل لا سے ڈر کر بیٹھ گئے تو پھر پورا ملک شارجستان کی جھولی میں جا گرے گا ...''

''میرے خیال میں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ۔'' کرنل ظفریاب نے کہا ، پھر بولے ۔

''تب پھر ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے ... یہ بھی خیال

رہے کہ جو کرنا ہے ،فوری طور پر کرنا ہے۔''

''ہاں !میں سمجھتا ہوں ...

''اس سازش کا اصل مرکز ملٹری ہیڈ کوارٹر میں ہے ...لہذا ہم وہاں جانا چاہتے ہیں۔''

''آپ جانتے ہیں ...آپ کیا کہہ رہے ہیں اور یہ کس حدتک خطرناک ہوسکتا ہے۔''

''جی ہاں جانتے ہیں ...لیکن ہمارے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں۔''

''ہوں !اچھا !مجھے سوچنے دیں۔''

اور وہ سوچ میں گم ہوگئے ...کافی دیر بعد انھوں نے سر اوپر اٹھایا۔

''بس ایک راستہ سجھائی دیتا ہے۔''

''اور وہ کیا؟''

''جنرل آصف خان۔''

''جنرل آصف خان؟''ان کے منہ سے سوالیہ انداز میں نکلا۔

''ہاں!وہ میرے بہت اچھے دوست ہیں ...اور ہیں بھی جنرل ...جنرل نصیر اور کور کمانڈرز کے بعد ان کا نمبر آتا ہے ... پہلے میں ان

سے ایک ملاقات کر کے آتا ہوں ...ان کا اس مارشل لا کے بارے میں خیال پوچھوں گا ...پھر آپ لوگوں کے بارے میں بتاؤں گا ...اگر وہ ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئے تو اس صورت میں آپ لوگ آسانی سے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوسکیں گے ...''

''اگر اس میں کوئی خطرہ نہ ہوتو ایسا کر لیں ...لیکن فوری طور پر آپ ہمارے نام انھیں نہ بتائیں ...پہلے سرسری انداز میں ان کا خیال معلوم کرنے کی کوشش کریں۔''

''میں ایسا ہی کروں گا ...ویسے آپ لوگ فکر نہ کریں ...میری ان کی اس حدتک دوستی ہے کہ وہ میرے دوستوں کو گرفتار نہیں کروائیں گے۔''

''اچھی بات ہے ...آپ کوشش کرلیں ...ہم آپ کے آنے تک یہیں رہیں گے ...ہمارے لیے یہاں کوئی خطرہ تو نہیں۔''

''بالکل نہیں۔''وہ مسکرائے اور پھر وہ اپنی کار میں گھر سے نکل گئے۔

''مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔''ان کے جانے کے بعد فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

''اللہ مالک ہے ...جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر۔''

شوکی بولا

اور وہ مسکرادیے ... انھیں تقریباً دو گھنٹے تک انتظار کرنا پڑا... پھر دروازے پر کار کا ہارن سنائی دیا ... جلد ہی کرنل ظفر یاب صاحب اس کمرے میں داخل ہوئے...

''آپ آگئے ۔'' انسپکٹر جمشید انھیں دیکھتے ہی بولے ۔

''ہاں ! میں جنرل آصف خان سے مل آیا ہوں ... ان سے تفصیل سے بات ہوئی ہے ... اور آپ لوگوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ وہ خود یہ بات صاف محسوس کر رہے ہیں کہ ان حالات کے پیچھے شارجستان کا ہاتھ ہے وہ تو خود اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لیے بری طرح بے چین ہیں ۔''

''بس تو پھر بن گیا کام ...''

''ہاں ! میں نے انھیں آپ لوگوں کے بارے میں بتادیا ہے ... وہ پوری طرح آپ کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں ...''

''یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔''

''تو پھر ان کے گھر جانے کی تیاری کرلیں ۔''

جلد ہی وہ ان کی گاڑی میں جنرل آصف خان کے گھر کا رخ کر رہے تھے ... کرنل ظفر کا ڈرائیور تیمور ساتھ تھا ، اس نے انھیں آصف

خان کی کوٹھی کے اندر اتارا اور جانے کے لیے مڑگیا ... آصف خان کے ملازم نے انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور انھیں بتانے چلا گیا ۔

''نہ جانے کیا بات ہے ... میرا دل دھڑک رہا ہے ، کہیں ہم پھنس نہ جائیں ۔''

''خطرات تو خیر اس میں بہت ہیں ، لیکن مجبوری ہے ... ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں ۔''

عین اسی وقت قدموں کی آہٹ سنائی دی ... اور انھوں نے انسپکٹر جمشید جتنے قدوقامت کے ایک آدمی کو اندر آتے دیکھا... وہ فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے ... دروازہ بند کرنے کا اشارہ کیا پھر کاغذ پر لکھا :

''بات صرف تحریر کے ذریعے ہوگی ... آپ اپنی تجویز پیش کریں ... اگر قابل قبول ہوگی تو عمل کیا جائے گا، ورنہ آپ اسی راستے واپس چلے جائیے گا ... کیونکہ خطرہ اس قدر ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا ... اور ہم سب کی زندگیاں یوں سمجھ لیں کہ داؤ پر لگی ہیں ... لیکن چونکہ میرے دوست کرنل ظفر یاب صاحب آپ کے گہرے دوست ہیں اور میں اور وہ موجودہ صورت حال کے خلاف ہیں ، اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو ہوا، وہ صحیح نہیں ، اس لیے حالات کو سدھارنے کی کوشش ضرور کی جائے گی... اس کوشش میں ہم سب کا کورٹ مارشل بھی ہوسکتا ہے ...اب

آپ اپنی تجویز پیش کریں ... میرا نام آصف خان ہے ۔'' یہاں تک لکھ کر وہ خاموش ہو گئے ۔

''ہم ساری صورت حال کو سمجھتے ہیں ۔'' انسپکٹر جمشید نے لکھنا شروع کیا ، جس طرح آپ کی زندگی خطرے میں ہے ... اسی طرح ہماری زندگیاں بھی خطرے میں ہیں ... لیکن یہ مسئلہ ہے پورے ملک کا ... ہم جو قربانی دے رہے ہیں ،پورے ملک کے لیے دے رہے ہیں ... اب آپ پروگرام سنیں ... انسپکٹر کامران مرزا ... میرے چہرے پر آپ کے چہرے کا میک اپ کریں گے ... آپ مجھے ملٹری ہیڈ کوارٹر کے تمام تر معاملات سمجھائیں گے ... یہاں تک کہ گاڑی سے اترنے کا انداز ... چڑھنے کا انداز ... اپنے دفتر میں پہنچنے کا انداز ... وغیرہ ... پھر وہاں آپ کن کن حضرات سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور کیا کچھ بات چیت کرتے ہیں ... دفتری کام نہ کرنے کا تو بہانہ کر دوں گا کہ طبیعت بہت خراب ہے ... یہ کام کل کروں گا ... دوسرے دن بھی جانا ہوا تو کہہ دوں گا، کل کروں گا ...'' یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے ۔

''وہ تو سب ہو جائے گا ... لیکن آپ اپنی آواز کا کیا کریں گے ...'' آصف خان نے پریشانی کے عالم میں کہا ۔

''اس کی آپ فکر نہ کریں ۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر ان کی آواز میں کہا ۔

''ارے !'' آصف خان اچھل پڑے اور پھر حیران ہو کر بولے ۔

''حیرت ہے ... میری آواز کی اس قدر کامیاب نقل ... مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا ہے ۔''

''معاف کیجیے گا ... ابھی تو آپ کو اپنی آنکھوں پر بھی یقین نہیں آئے گا ۔''

''ایسا ہی لگتا ہے ۔'' انھوں نے فوراً کہا ۔

اور پھر وہاں پر کام شروع ہو گیا ... جب انسپکٹر کامران مرزا نے انسپکٹر جمشید کا حلیہ بدل کر رکھ دیا تو آصف خان ایک بار پھر اچھل پڑے ...

''حیرت ہے ... اس قدر کامیاب نقل ... میں خود بھی سمجھ نہیں پارہا کہ میں اصل آصف خان ہوں یا یہ ۔'' وہ جلدی جلدی بولے ۔

''اب آپ مجھے باقی کام عمل کر کے دکھائیں ... یعنی چلنے کا انداز ،گاڑی میں سوار ہونے یا اترنے کا انداز ... باتوں کے دوران آپ کس طرح ہاتھ وغیرہ چلاتے ہیں ۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا ۔

اور پھر وہ اس کام میں مصروف ہو گئے ... تھوڑی دیر بعد انسپکٹر

جمشید نے یہ سب کام کر کے انھیں دکھائے ... تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا ... آخر انھوں نے اپنا فیصلہ سنایا ۔

''ملٹری ہیڈکوارٹر میں آپ کو اور آپ کے انداز کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کرسکتا ...''

''اللہ کا شکر ہے ۔''

''بس تو پھر میں کل دفتر میں جاؤں گا ۔'' انسپکٹر جمشید کی آواز آئی ۔

''آپ کچھ اور مشق کر لیں ... دفتری معاملات اور ملاقاتیوں وغیرہ کے بارے میں لکھ لیں ۔''

''ٹھیک ہے ... لیکن ابھی حلیے تبدیل کرنے کا کام باقی ہے ۔''

''کیا مطلب ... اب اور کس کے حلیے تبدیل کیے جائیں گے ۔'' آصف خان چونکے ۔

''ہم سب کے ... لیکن آج نہیں ... یہ کام اب کل ہو گا ۔''

''فی الحال تو میں اکیلا جارہا ہوں ... حالات دیکھ کر باقی لوگوں کے داخلے کی کوئی ترکیب کرلوں گا ... کیوں آصف خان صاحب ... کیا آپ جیسے لوگوں کے بال بچے ملٹری ہیڈکوارٹر میں جا سکتے ہیں ۔''

''کوئی خاص تقریب یا ضرورت ہو تو ... اجازت لے کر جا سکتے

ہیں ... یا کمانڈر انچیف دعوت دے کر بھی بلا سکتے ہیں ۔''

''بس ٹھیک ہے ... میں کچھ ترکیب کرلوں گا ... میں چلا ... سب میری کامیابی کے لیے دعا کریں ۔''

''اللہ آپ کو کامیاب کرے ۔'' سب نے ایک ساتھ کہا ۔

''آمین !'' ان کے منہ سے نکلا ۔

اور پھر وہ ملٹری جیپ میں روانہ ہوئے ... ڈرائیور وہی تھا جو انھیں اس گھر سے آصف خان کی کوٹھی تک لایا تھا ... ان حالات میں ان کی گاڑی کو بھلا کون روکتا ... وہ راستے میں پہرے پر کھڑے ملٹری مینوں کے سلام لیتے ہوئے آخر دفتر کے سامنے جا رکے ... ڈرائیور نے اشارے میں بتایا کہ یہی دفتر ہے اور وہ اتر گئے ... اس نے ان کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا ۔

وہ آصف خان کے بتائے ہوئے طریقے کی عملی طور پر مشق کر چکے تھے ... آصف خان نے عملی طور پر گاڑی سے اتر کر اور گاڑی میں سوار ہو کر دکھایا تھا ... لہذا ان سے کوئی کچا پن ظاہر نہ ہوا اور وہ اپنے دفتر میں جا بیٹھے ... فوراً ہی چپڑاسی اندر داخل ہوا اور سلیوٹ کرتے ہوا بولا :

''سر ! آج خلاف معمول ... کمانڈر انچیف کئی بار آپ کو یاد کر

چکے ہیں۔''

''کیا کہا... خیر تو ہے۔''وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

'سر! ان کے چپراسی نے کچھ نہیں بتایا... وہ فون پر بھی کہہ چکے ہیں۔''

''لیکن کیوں ... کیا میں آج لیٹ ہوں۔''

'' سر! کمانڈر انچیف صاحب آج صبح سویرے فجر کے وقت ہی آگئے تھے ... انھیں گویا پتا ہی نہیں کہ کیا وقت ہو گیا ہے اور آپ کتنے بجے آتے ہیں ... جب انھوں نے فون پر آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے انھیں خیال دلایا کہ سر ابھی تو وقت ہی نہیں ہوا ... تو وہ سوری کر کے رہ گئے۔''

''اچھی بات ہے ... میں جاتا ہوں۔''

دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ کمرے سے باہر نکلے ... آصف خان نے انھیں کاغذ پر نقشہ بنا کر کمروں کی نشان دہی کی تھی ... اس لیے وہ آسانی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتے سیدھے ان کے کمرے کے سامنے جا رکے ... ان کے چپراسی نے جونہی انھیں دیکھا ... فوراً بول اٹھا۔

''سر آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔''

انھوں نے آصف خان کے انداز میں کہا اور اندر داخل ہوگئے ... اندر جنرل نصیر کرسی سے ٹیک لگائے کسی گہری سوچ میں گم نظر آئے ... ان کے قدموں کی آواز سن کر چونکے، پھر بولے۔

''آہا! میں آپ کا بہت دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔''

''لیکن سر! میں تو بالکل وقت پر پہنچا ہوں۔''

''اس میں شک نہیں ... لیکن میں آج کئی گھنٹے پہلے دفتر آگیا تھا، اس لیے احساس ہی نہیں ہوا کہ دفتر کا وقت ... ہوا بھی ہے یا نہیں ...''

''کیا کوئی خاص بات ہے سر۔''

''آصف خان! صدر صاحب یا کم از کم خان نسیم خان کی غداری سامنے آنے پر میں نے مارشل لا تو لگا دیا ... اور لگایا بھی آپ سب لوگوں کے مشورے سے ہے... لیکن میں مطمئن نہیں ہوں۔''وہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے۔

''جی ... کیا مطلب؟''وہ چونکے ... انھیں گمان بھی نہیں تھا کہ کمانڈر صاحب کوئی ایسی بات ان سے کہیں گے ... کیونکہ ان سے بڑے آفیسر ہیڈ کوارٹر میں موجود تھے ... اور اسی بنیاد پر یہ سوال ان کے ہونٹوں پر مچل گیا۔

''لیکن سر! اس سلسلے میں تو آپ کو کور کمانڈرز سے بات چیت کرنی چاہیے تھی۔''

''میں نے جان بوجھ کر ابھی کسی سے بات نہیں کی... اس لیے کہ اس سازش کے پیچھے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔''

''جی... کیا فرمایا آپ نے... سازش۔'' وہ مارے حیرت کے بولے۔

''ہاں! یہ مارشل لا میرے ذریعے لگوایا گیا ہے... لیکن مجھے اس کا احساس تک نہ ہو سکا... بازی اس قدر ہوشیاری سے کھیلی گئی ہے کہ میں وہ کام کرنے پر مجبور ہو گیا جو وہ سازشی چاہتے تھے... اور یہ احساس مجھے یہ قدم اٹھانے کے کئی روز بعد ہوا۔''

''لیکن کیسے ہوا...'' انھوں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا... اور وہ واقعی حیران تھے کہ جو کام وہ یہاں آ کر کرنا چاہتے تھے، اس کے راستے آسانی سے کھل گئے تھے اور اب ان کے راستے میں بظاہر کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی تھی...

''ایک کمانڈر نے ایک عجیب اطلاع دی ہے... وہ پہاڑی چوٹی کے محاذ پر تھا... اس نے شہید ہونے والوں کی لاشوں کا جائزہ لے لیا... اور وہ کمانڈر بہت محبِ وطن ہے... اس کی وفاداری بہت پکی بات

ہے۔''

''تب پھر اس نے کیا اطلاع دی ہے سر۔'' اس لمحے انھوں نے اپنے بدن میں سنسنی دوڑتی محسوس کی...

''گولیاں ان کی کمر کی طرف لگی تھیں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ بہت زور سے اچھلے... ان کی آنکھوں میں حیرت پھیل گئی۔

☆☆☆☆☆
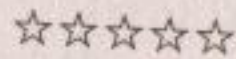
الٹ پھیر

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے ... پھر انسپکٹر جمشید نے سرسراتی آواز میں کہا:

''کیا فرمایا آپ نے؟''

''ہاں آصف خان ... گولیاں ان کی کمر میں ماری گئی ہیں جب کہ ان کا رخ تو اس چوٹی کی طرف تھا جہاں دشمن موجود تھا ... اور وہ دشمن کی طرف اس انداز سے آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے کہ عین اس کے سر پر پہنچ جاتے اور انھیں پتا تک نہ چلتا ... کیونکہ یہی تو وہ منصوبہ تھا ... ایک ایسا راستہ اختیار کیا گیا تھا جو دشمن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا ... جب وہ عین سر پر پہنچ کر حملہ کرتے، تب اسے پتا چلتا، لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی اور دشمن سنبھل نہ پاتا ... اس طرح ہمارا منصوبہ مکمل طور پر کامیاب رہتا ... چوٹی ہمارے قبضے میں آجاتی اور شارجستان کے مقابلے میں ہماری قوت میں اضافہ ہو جاتا، اس طرح ہم

عظیم فائدے حاصل کر سکتے تھے ... لیکن افسوس ایسا نہ ہو سکا ... کسی غدار نے ان فوجیوں کی کمروں پر گولیاں دے ماریں ... ان لوگوں کے شہید ہونے سے اتنا بڑا نقصان نہ ہوتا... لیکن اصل نقصان گولیوں کی آوازوں سے ہوا... دشمن وقت سے بہت پہلے ہوشیار ہو گیا اور اس نے جنگ کی تیاری کر لی ... بلکہ الٹا ہم پر حملہ کردیا اور اس حملے میں ہمارے بہترین ساتھی کام آگئے... یہ تھا وہ دردناک سانحہ ... اس کی تحقیقات میں نے ملٹری پولیس چیف کو سونپی ... اس نے سائنس دان النانو سے مدد مانگی ... النانو نے اپنی ایجاد وہ کھلونا اس کے حوالے کیا اور ترکیب سمجھائی ... ان کے پروگرام کے مطابق کھلونا خان نسیم خان کے گھر رکھوایا گیا ... خان نسیم خان کی شارجستان کے کمانڈر انچیف سے ہونے والی بات ریکارڈ کی گئی ... اس طرح خان نسیم خان کی غداری سامنے آئی ... لیکن خان نسیم خان اور صدر ایک ہی تھے ... لہذا ہم نے جان لیا کہ صدر صاحب بھی اس سازش میں شامل ہیں ... لہذا ہمیں وہ قدم اٹھانا پڑا ... جس کی تفصیلات آپ کو معلوم ہی ہیں ... میں نے تو آپ کو یہاں صرف یہ بتانے کے لیے بلایا ہے کہ وہ کون شخص تھا جس نے ہمارے فوجیوں کی کمروں پر گولیاں ماری تھیں ... کیونکہ اس غدار کو تو پکڑا ہی نہیں گیا تھا ... حالانکہ سب سے پہلے ضرورت اس بات کی

تھی ... ''یہاں تک کہہ کر جنرل نصیر خاموش ہو گئے۔

انسپکٹر جمشید ان کے چہرے کو غور سے دیکھ رہے تھے ... ان کے چہرے پر اس وقت جوش کا عالم طاری تھا ... اس جوش میں رنج اور غم بھی شامل ہو گیا تھا ... آخر انھوں نے کہا:

''تو پھر بتائیے نا ... وہ غدار کون ہے۔''

''جنرل آصف خان ... آپ کو معلوم ہے ... یہ مہم کس کے سپرد کی گئی تھی ... فوج کے اس دستے کی کمان آپ کر رہے تھے ... ہماری شکست کے بعد آپ نے مجھے یہ رپورٹ نہیں دی کہ ہمارے بہت سے فوجیوں کی کمروں میں گولیاں ماری گئی ہیں ... اگر وہ دشمن کی گولیوں کا نشانہ بنتے تو اس صورت میں تو گولیاں ان کے سینوں میں لگنی چاہییں تھیں ... آخر آپ نے یہ رپورٹ کیوں نہیں دی۔''

''مجھے اس بات کا پتا نہیں لگ سکا تھا سر۔'' انھوں نے جلدی سے کہا۔

''یہ بات نہیں ہے آصف خان۔'' جنرل نصیر بولے۔

''تب پھر سر ... کیا بات ہے۔''

''بات صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ غدار خود تم ہو۔''

ساتھ ہی جنرل نصیر کا پستول ان کی طرف تن گیا۔

''حرکت نہ کرنا آصف خان ... میرے کمرے میں لگے کیمرے یہ ساری فلم بنا رہے ہیں ... اور اس کمرے کے دوسری طرف میرے آرام کے کمرے میں اس وقت میرے کور کمانڈر موجود ہیں ... میں اعلان کرتا ہوں ... یہ ساری سازش آپ کی ہے ... اس کے پیچھے آپ کا ہاتھ ہے ... لہٰذا ہاتھ اوپر اٹھا دو۔''

انھوں نے فوراً ہاتھ اوپر اٹھا دیے ... یہ لمحات خود ان کے لیے بھی سنسنی خیز تھے ... فوراً ہی کمرے میں چار آفیسر اندر آگئے ... انھوں نے دیکھا کہ وہ کور کمانڈر تھے۔

''آپ نے تو کمال کر دیا سر ... چھپے رستم غدار کو پکڑ لیا۔''

''لیکن یہ میرا کمال نہیں ... اس رپورٹ نے ہمیں ساری بات سمجھائی ہے ... اگر یہ رپورٹ نہ ملتی تو ہم اس سازش کی تہہ تک نہ پہنچ پاتے اور آصف خان جیسے غدار ہمارے ملک کا بیڑہ غرق کرتے رہتے ... لیکن ان شاء اللہ اب ایسا نہیں ہو سکے گا۔''

''لیکن سر! اس سازش کے پیچھے صرف آصف خان نہیں کوئی اور بھی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

''کیا کہا ... آصف ... یہ ... تم خود یہ بات کر رہے ہو۔''

''ہاں سر! آپ غور کریں ... وہ کھلونا آصف خان نے کہاں سے

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

حاصل کیا تھا۔''

''کھلونا بھالو ...وہ ...وہ ہمارے فوجی سائنس دان النانو نے ایجاد کیا ہے۔''

''اگر آپ چاہتے ہیں ،دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے تو فوری طور پر اس سائنس دان کو یہاں بلا لیں۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو آصف خان۔''

''آپ پہلے اسے بلا لیں ...میں تو یہاں موجود ہی ہوں نا...سر ...بس آپ اسے بلا لیں ...اصل سازش کو میں اب آپ کے سامنے لاؤں گا۔''

''اچھی بات ہے ...جو چال چلنی ہے ... چل لو ...ہمیں کوئی پروانہیں ...''

''میں کوئی چال نہیں چل رہا سر ...چال کا جواب دے رہا ہوں۔''

''کسے ...مجھے؟''

''نہیں سر ... سازش کرنے والوں کو اور یہ بہت ضروری ہے ...ورنہ الزام مجھ پر رہ جائے گا ...حالانکہ میں نے اپنے ہی کسی فوجی کو گولی ہرگز نہیں ماری۔''

''یہ بات تم ثابت کر دینا ...ہم تمھیں باعزت رہا کر دیں گے ...جاری خان النانو کو بلا لاؤ ...غالباً آصف خان غداری کا راز کھلنے پر بدحواس ہو گئے ہیں ...''

''آپ پہلے اسے یہاں بلا لیں۔''

''میرا ماتحت جا چکا ہے ...اسے ساتھ لے کر آتا ہوگا۔''

''کاش ایسا ہی ہو۔''وہ بولے۔

''کیا مطلب ... کیا آپ کے خیال میں ایسا نہیں ہو گا۔''

''اندازہ یہی ہے۔''

''اچھا چپ رہیں، بے کار کی باتیں کیے جا رہے ہیں۔''جنرل نصیر نے برا سا منہ بنایا۔

اور پھر جاری خان اندر داخل ہوا ...اس کے چہرے پر حیرت تھی۔

''کیا ہوا جاری خان ... تم النانو کو لے کر نہیں آئے۔''

''وہ چھٹی لے کر جا چکا ہے سر ...اس کے گھر مہمان آ گئے تھے۔''

ان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی ...ادھر جنرل نصیر نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا۔

’’یہ کیا بات ہوئی ... آپ کو پہلے ہی پتا چل گیا تھا کہ النانو نہیں ملے گا ...‘‘

’’سازشی مہرے اپنے کام میں بہت ماہر ہیں ... اس نے پہلے ہی بھانپ لیا تھا کہ کہیں ان کا بنا بنایا کھیل نہ خراب ہو جائے۔‘‘

’’کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ... آپ کیا کہہ رہے ہیں۔‘‘

’’بس دیکھتے جائیں ... پہلے یہ سن لیں کہ غداری کس نے کی ہے۔‘‘

’’آپ نے کی ہے اور کون کرتا۔‘‘ جنرل نصیر نے جھلا کر کہا۔

’’میں نے غداری نہیں کی ... لیکن اگر آپ غداروں کو پکڑنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے النانو کو پکڑیں ... اس کا نکل جانا خطرناک ہوگا ... جلدی کریں ... ملٹری پولیس اس کے گھر بھیجیں ... اگرچہ مجھے امید ہے کہ اب وہ اپنے گھر میں نہیں ملے گا ... بلکہ وہاں کوئی بھی نہیں ملے گا ... گھر کے دروازوں پر تالا لگا ہوا ہوگا ...‘‘

’’کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ... آپ یہ سب باتیں اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہیں۔‘‘

’’آپ پہلے ملٹری پولیس کو ہدایات دیں ... میں تو یہیں موجود ہوں نا ... اور مجھے ایک فون کرنے کی اجازت دیں ... ورنہ اصل مجرم

نکل جائے گا۔‘‘

’’کیا مطلب ... اصل مجرم ... وہ کہاں سے نکل جائے گا ... اصل مجرم تو آپ ہیں۔‘‘

’’آپ بات کو سمجھ نہیں رہے ... میں ملک اور قوم کے فائدے کے لیے کہہ رہا ہوں ... پہلے النانو کی گرفتاری کے لیے پولیس کو بھیج دیں۔‘‘

’’اچھی بات ہے ... پتا نہیں کیا ہو رہا ہے ... آپ مجرم ہوتے ہوئے مجھے چکرائے دے رہے ہیں۔‘‘

انھوں نے کہا اور ملٹری پولیس کے انچارج کو ہدایات دینے لگے ... ایسے میں ان کے موبائل کی گھنٹی بجی ... انھوں نے جلدی سے موبائل سکرین پر نظر ڈالی اور پھر بہت زور سے اچھلے، ان کے منہ سے نکلا۔

’’اوہ! جنرل کھوڑا سنگھ۔‘‘

☆☆☆☆☆

دوسری طرف

انسپکٹر جمشید کے جانے کے بعد جنرل آصف خان نے ان سے کہا۔

''میں تو اب آرام کروں گا ... بہت تھک گیا ہوں ... آپ کا میک اپ وغیرہ کا پروگرام بہت طویل تھا... جب کہ میں ایسے کاموں کا عادی نہیں ہوں ... لہٰذا مجھے اجازت دیں ... میری ضرورت پڑے تو یہ گھنٹی بجا دیجیے گا... گھر کا ملازم آئے گا اور اس سے کہہ دیجیے گا ... وہ مجھے بلا لائے گا۔''

''بہت بہتر! آپ کا شکریہ! آپ کی وجہ سے ہمارا کام آسان ہوگیا... آپ ضرور آرام کریں...''

''شکریہ!'' انھوں نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے نکل گئے۔

''میں ... کچھ الجھن محسوس کر رہا ہوں ... اور لمحہ بہ لمحہ میری الجھن بڑھتی جا رہی ہے ... لہٰذا فرزانہ اور فرحت تم ذرا جلدی سے گھومنے کے بجائے کمرے سے نکل جاؤ ... اور جس کمرے میں جنرل

آصف خان گئے ہیں ... اس کے دروازے پر پہنچ جاؤ... یہ جاننے کی کوشش کرو کہ وہ اندر جا کر کیا کر رہے ہیں ...'' یہ الفاظ انھوں نے سرگوشی میں ادا کیے۔

''جی اچھا۔'' دونوں فوراً اٹھ گئیں، ان کے جانے کے بعد وہ باقی ساتھیوں سے بولے۔

''میرا خیال ہے ... ہم خطرے میں گھرنے والے ہیں ... پوری طرح ہوشیار ہو جاؤ۔''

''اچھی بات ہے۔''

اور وہ جنگ کی تیاری کرنے لگے ... چند منٹ بعد ہی فرزانہ اور فرحت اندر آ گئیں ... ان کے رنگ اڑے ہوئے تھے... ان کی حالت دیکھتے ہی انسپکٹر کامران مرزا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کان میں بولے۔

''جو کچھ کہنا ہے ... کان میں کہو۔''

''انکل! وہ اندر موبائل پر کسی سے کھسر پھسر کر رہے ہیں ... آواز اس قدر نیچی ہے کہ کوئی بات سمجھ میں آنا ممکن نہیں۔''

''اچھی بات ہے ...'' یہ کہہ کر انھوں نے گھنٹی بجا دی ... فوراً ہی گھر کا ملازم اندر داخل ہوا ... انھوں نے اس سے کہا:

"فوراً جنرل صاحب کو بلائیں ...ایک بہت خوفناک بات سامنے آئی ہے۔"

"جی اچھا۔" اس نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

اس کے نکلتے ہی انسپکٹر کامران مرزا نے محمود، آصف اور شوکی کو اشارہ کیا ...وہ ٹہلنے کے انداز میں باہر نکلے اور اس طرف بڑھے جس طرف سے آصف خان کو آنا تھا ...ادھر وہ کمرے سے نکلے ... ادھر یہ دونوں اچانک ان کے سامنے آگئے ...وہ بری طرح لڑکھڑائے، ادھر یہ ان سے ٹکرائے ...

"اوہو ... کیا ہو گیا بھئی ..." وہ بھنا کر بولے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ہم ...معافی چاہتے ہیں ...ایسے ہی کمرے سے نکل آئے تھے۔"

وہ برا سا منہ بناتے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں باقی لوگ موجود تھے۔

"ہاں صاحبان! اب کیا ہوا؟"

"انسپکٹر جمشید ہیڈ کوارٹر میں کسی مشکل میں گرفتار ہو گئے ہیں ...اب ہمیں وہاں جانا پڑے گا ...چاہے کچھ ہو جائے ہم وہاں جائیں

گے ... آپ ہمارے ساتھ چلیں تو یہ سب سے بہتر رہے گا۔"

"میں ...اچھی بات ہے ...میں آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گا۔"

انھوں نے فوراً کہا۔

"بس تو پھر آپ تیاری کر لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور وہ پھر اپنے کمرے کی طرف چلے گئے ...چند منٹ بعد ہی وہ گھبرائے ہوئے سے ان کی طرف آئے اور آتے ہی بولے۔

"میرا موبائل تو نہیں رہ گیا یہاں۔"

"جی ہاں! آپ کا خیال درست ہے ...یہ رہا آپ کا موبائل۔"

فرزانہ نے قالین کی طرف اشارہ کیا۔

"شکریہ۔" وہ خشک لہجے میں بولے۔

"شاید آپ کو گر پڑنے کا غصہ ہے ...ہم معافی چاہتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ...ایسا ہو جاتا ہے ...یہ تو مجھے چاہیے تھا کہ دیکھ کر قدم اٹھاتا۔"

انھوں نے موبائل اٹھایا اور کمرے سے نکل گئے ... جلد ہی پھر ان کی واپسی ہوئی ...اب ان کا چہرہ پوری طرح سرخ تھا ...

"یہ ...یہ کیا ...اس میں تو کوئی سم نہیں ہے؟"

''کیا... کیا کہا ... سم نہیں ہے ... حیرت ہے ... کمال ہے ... افسوس ہے۔'' آفتاب نے چونک کر کہا۔

''حد ہوگئی ... بھلا اتنی بہت سی چیزیں کیوں ہیں۔'' فاروق جل کر بولا۔

''سم جو نہیں ہے موبائل میں۔''

''اوہ ... اوہ ... میں سمجھ گیا۔'' آصف خان نے چونک کر کہا۔

''اور آپ کیا سمجھ گئے ؟''

''یہ کہ آپ نے مجھے جان بوجھ کر گرایا تھا ... جب میں گرا تھا تو آپ نے میری جیب سے موبائل نکال لیا ... میں واپس آیا تو آپ اس میں سے سم نکال چکے تھے۔''

''بھلا ہمیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی ... آپ تو ہمارے میزبان ہیں، ہمارے مہربان ہیں ... آپ تو ان خطرناک ترین حالات میں ہماری مدد کررہے ہیں... ہم بھلا آپ کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کرنے لگے۔''

''یہ دیکھ رہے ہیں میرے ہاتھ میں۔'' آصف خان نے جیب سے ہاتھ نکال کر ان کی طرف تان دیا ... اس میں ایک خوفناک سا پستول تھا۔

''ارے باپ رے ... یہ تو پستول ہے ... آخر ہم سے ایسا کیا قصور سرزد ہوگیا۔'' شوکی بوکھلا اٹھا۔

''اس پستول سے گولی نہیں نکلے گی ... فکر نہ کرو۔''

''تب پھر ... کیا شربت کی دھار نکلے گی ...'' فاروق نے حیران ہوکر پوچھا۔

''گیس نکلے گی ... جو تم سب کو بے ہوش کردے گی ... میں جارہا ہوں ... مجھے تلاش کرسکتے ہو تو کرلو۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا ... ادھر انسپکٹر کامران مرزا کمرے کے دروازے کی طرف چھلانگ لگا چکے تھے ... وہ بھی ٹریگر دبا کر باہر نکل آیا۔

☆☆☆☆☆
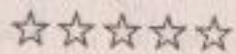
سازشی مہرے

ان سب کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی ...جنرل کھوڑا سنگھ کا نام سن کر خود انسپکٹر جمشید بھی حیرت زدہ رہ گئے تھے ... کیونکہ یہ نام شارجستان کے کمانڈر انچیف کا تھا۔

''کیا خیال ہے سر ... کیا آپ یہ فون سنیں گے ۔''ایک کور کمانڈر نے پوچھا۔

''ہاں !سننا پڑے گا ... لگتا ہے ...ہم کسی بہت بڑی گڑ بڑ کی طرف بڑھ رہے ہیں ...میں سپیکر آن کر دیتا ہوں ... آپ بھی سنیں اور آصف خان کا دھیان رکھیں ...بلکہ یہاں ملٹری پولیس چیف کو بلالیں ۔''

''اچھی بات ہے ۔''کور کمانڈر نے کہا اور چیف کو فون کرنے لگے ...ادھر سے فوراً کہا گیا۔

''کیا حکم ہے سر۔''

''آپ اپنے چند خاص ماتحتوں کو فوراً جنرل صاحب کے کمرے

میں لے آئیں ...ایک مجرم کو آپ کے حوالے کرنا ہے ۔''

''او کے ...ایک منٹ میں پہنچ رہے ہیں ۔''

ادھر جنرل کھوڑا سنگھ کے فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی ... آخر انھوں نے فون آن کر لیا ...فوراً ہی دوسری طرف سے گھوڑا سنگھ کی آواز سنائی دی ۔

''مبارک ہو جنرل نصیر ۔''

''کس بات کی ۔''وہ بولے ۔

''تو ابھی آپ کو اندازہ نہیں ہوا ؟''

''اندازہ اس بات کا تو لگا چکا ہوں کہ کوئی بہت خوفناک گڑ بڑ ہونی والی ہے ۔''

''ہونے والی ہے نہیں ...ہو چکی ہے ۔''

کیا مطلب ؟''

''آپ جانتے ہیں ...آپ کے سامنے اس وقت کون موجود ہے۔''

''میرے سامنے اس وقت جنرل آصف خان موجود ہے ۔''

''اوہ نہیں سر ... آپ بالکل غلط سمجھے ... آپ ان کا اصل چہرہ دیکھ لیں ... دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا ...''

''کیا مطلب ... یہ ... یہ آصف نہیں ہیں۔''

''جی نہیں ... آپ نے آستینوں میں غدار پال رکھے ہیں ... اور انھی غداروں کی وجہ سے آج آپ ایک برا وقت دیکھنے والے ہیں۔''

''آپ پتا نہیں کیا کہہ رہے ہیں ... وضاحت کریں۔''

عین اس وقت کمرے میں ملٹری پولیس چیف اور چند بڑے بڑے آفیسر داخل ہوئے ... وہ پوری طرح مسلح تھے ... انھوں نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

''جنرل صاحب ! آپ کا کھیل ختم ہو گیا ... آپ اور آپ کے چاروں کور کمانڈر ہماری زد پر ہیں ... اور انسپکٹر جمشید بھی ...''

''آپ کا دماغ چل گیا ہے ... انسپکٹر جمشید یہاں کہاں ؟''

''آپ کے سامنے آصف خان نہیں ... انسپکٹر جمشید موجود ہیں ... آصف تو اب اس ملک کے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر ہیں۔''

''کیا بکواس ہے۔''

''تھوڑی دیر بعد ہیڈ کوارٹر جیل کی سلاخوں کے پیچھے آپ اپنے ان الفاظ پر پچھتائیں گے۔''

''آپ اپنے ہوش میں نہیں۔'' جنرل نصیر چلائے۔

''جنرل نصیر صاحب کو اور انسپکٹر جمشید کو اور ان کے کور کمانڈرز کو

حراست میں لے لیا جائے۔''

فوراً ہی ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آئیں۔''

''اُف مالک ... یہ ... سب کیا ہے ... کیا آپ واقعی انسپکٹر جمشید ہیں ... اور اگر آپ انسپکٹر جمشید ہیں تو آصف خان کہاں ہیں۔''

'' آصف یہاں آتے ہوں گے ... فکر نہ کریں، وہ انسپکٹر جمشید کے باقی ساتھیوں کا انتظام کر کے یہاں آئیں گے ... بلکہ اس وقت تک انتظام کر چکے ہوں گے ... اور یہاں آ کر یہ خوش خبری سنائیں گے کہ سازش کا تیر بالکل نشانے پر بیٹھا ہے ... اور اس پوری سازش کے پیچھے جنرل کھوڑا سنگھ کمانڈر انچیف شارجستان کی عقل کام کر رہی ہے ... اب ملک میں مارشل تو پہلے ہی لگا ہوا ہے ... بس جنرل نصیر صاحب اپنا استعفیٰ جنرل آصف کو پیش کریں گے ... چاروں کور کمانڈر بھی استعفی دیں گے اور جنرل آصف اپنے نئے کور کمانڈر مقرر کریں گے ... وہ دیکھیے ... جنرل آصف چلے آ رہے ہیں۔''

ان کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں ... انھوں نے دیکھا ... جنرل آصف واقعی چلے آ رہے تھے ... ان کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی ... جونہی وہ اندر داخل ہوئے ... انھیں زبردست انداز میں سلیوٹ کیا گیا ...

''تو تمام کام پروگرام کے مطابق ہو گیا۔''جنرل آصف خان نے آتے ہی کہا۔

''بالکل سر... انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے باقی ساتھیوں کا انتظام آپ کر آئے ہوں گے... اور انسپکٹر جمشید یہاں ہمارے قابو میں ہیں... چاروں کور کمانڈر بھی ہمارے رحم و کرم پر ہیں... اب کیا رہ گیا ... اسے کہتے ہیں مارشل لا سے مارشل لا تک۔''ایک آفیسر نے فخر کے انداز میں کہا۔

''بہت خوب! میرا خیال ہے... ان لوگوں کی حیرت بھی دور کر دینی چاہیے...

''یہ مارے حیرت کے مر نہ جائیں... اور اگر یہ صرف حیرت سے مر گئے تو مزہ نہیں آئے گا... ہم تو انھیں اپنے ہاتھوں سے ماریں گے۔''

''لیکن پہلے تفصیل سنائیں گے۔''پولیس چیف نے ہنس کر کہا۔

''اور تفصیل سنانے کے لیے تشریف لاتے ہیں ہمارے سائنس دان النانو۔''

''کیا مطلب...''انسپکٹر جمشید نے حیرت ظاہر کی...

''ہاں واقعی... انسپکٹر جمشید تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ مسٹر النانو فرار ہو گئے... حالانکہ یہ تو ہم نے انھیں خوش کرنے کے لیے کہا تھا۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی ایک عجیب سے حلیے کا آدمی اندر داخل ہوا... اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں دیکھنے سے خوف آتا تھا... اس کے نقوش بھی موٹے موٹے تھے... رنگ پکا تھا... اور دیکھنے میں وہ گوریلا نما سا نظر آتا تھا۔

''آیئے مسٹر النانو... آپ ہی کا انتظار تھا۔''

''آخر میرا منصوبہ کامیاب رہا... انسپکٹر جمشید ہمارے قابو میں آگئے... اور ادھر جنرل آصف خان انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو قابو میں کر چکے ہیں... انھیں تو یوں بھی گیس پستول استعمال کرنا تھا... اس پستول کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ نشانہ لینے کی ضرورت نہیں، بس ٹریگر دبادو... گیس پھیل جائے گی اور ایک دو سیکنڈ کے اندر آدمی لیٹا نظر آتا ہے... باقی لوگوں کو گرفتار کر کے یہیں لایا جا رہا ہے... لہٰذا کیوں نہ ہم چائے وغیرہ پی لیں اور ان کے آنے پر ہی انھیں سازش کی کہانی سنائیں۔''

''یہ ٹھیک رہے گا۔''

☆☆☆

ملٹری پولیس کی جیپ ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوئی... اس کے پچھلے حصے میں ان کے قیدی بھرے ہوئے تھے... ان پر کلاشن کوفوں والے دو

فوجی موجود تھے ... قیدیوں میں انسپکٹر کامران مرزا بھی تھے ... ان سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے ... چہروں پر شکست کے آثار صاف نظر آرہے تھے ... ان کی جیپ جنرل نصیر کے کمرے کے سامنے رکی ... وہ باہر موجود فوجیوں سے بولے:

''ان لوگوں کو جیپ سے باہر نکال کر یہیں برآمدوں میں بٹھا دو۔'' جنرل آصف نے کمرے سے باہر نکل کر ان پر ایک نظر ڈالتے ہوئے نفرت زدہ لہجے میں کہا۔

''ان کی زندگیوں کا فیصلہ ابھی کر دیا جائے گا ...'' یہ کہہ کر وہ اندر داخل ہو گئے۔

اندر موجود سبھی لوگوں نے پرجوش انداز میں تالیاں بجا دیں ... النانو نے فوراً کہا:

''مبارک ہو سر۔''

''بہت خوب سر، آپ نے تو کمال ہی کر دیا۔'' پولیس چیف نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر برآمدے سے انسپکٹر کامران مرزا اور دوسرے لوگوں کو اندر لایا گیا ...

''یہ کیا ... ان کے ہاتھ وغیرہ بندھے ہوئے نہیں ہیں۔'' النانو

چونکا۔

''کلاشن کوفیں جو ان پر تنی ہیں ... میں اپنے ذاتی باڈی گارڈ ساتھ لایا ہوں ... اب کیا خیال ہے ... ان سب کو ساری تفصیل سنا دی جائے۔''

''ضرور سر! کیوں نہیں۔''

''آپ میں سے کون یہ تفصیل بہتر طور پر سنا سکتا ہے ... میں تو اس سارے ہنگامے کی وجہ سے کافی تھک گیا ہوں۔'' جنرل آصف نے کہا۔

''سر! مجھے حکم دیں ... یہ کام میں کر سکتا ہوں۔'' النانو نے کہا۔

''ٹھیک ہے مسٹر النانو ... شروع کریں۔''

''یہ سارا چکر دراصل خان نسیم خان سے شروع ہوا ہے۔''

''کک ... کیا مطلب؟'' کئی لوگوں کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''خان نسیم خان کے ذہن میں ایک منصوبہ تھا ... وہ منصوبہ اس قدر زبردست تھا کہ اگر اس پر عمل ہو جاتا تو پہاڑی چوٹی شارجستان کے ہاتھ سے نکل جاتی اور صرف اس چوٹی کے ہاتھ سے نکل جانے سے شارجستان ہمارے ملک کے دباؤ میں آجاتا ... خان نسیم خان نے سارا

منصوبہ صدر صاحب کے سامنے رکھا ... وہ سن کر بہت خوش ہوئے
... انھوں نے فوری طور پر جنرل نصیر کو بلالیا ... جنرل نصیر نے صدر سے
فوراً ہی کہہ دیا کہ یہ ایک بہت ہی زبردست منصوبہ ہے ... اس پر چند
دن کے اندر اندر عمل شروع کر دیا جائے گا اور اس معاملے کو ہر حال
میں خفیہ رکھا جائے گا ... جنرل نصیر نے ہیڈ کوارٹرز آکر کور کمانڈرز کا
اجلاس بلالیا ... منصوبہ ان کے سامنے رکھا ... چاروں لیفٹیننٹ جنرلوں
نے بھی اس منصوبے کو زبردست قرار دے دیا ... اب بلایا گیا میجر جنرل
آصف خان کو ... منصوبے کی تفصیلات انھیں سونپ کر حکم دیا گیا:

''شارجستان کے خلاف یہ محاذ کھول دیا جائے۔''

''او کے سر!'' اس نے کہا اور حکم لے کر چلا گیا ...

اس کے بعد منصوبے پر عمل شروع ہوا ... لیکن منصوبہ بری طرح
ناکام ہوگیا ... جس منصوبے کے سو فیصد کامیاب ہونے کا پورا یقین تھا
... وہ سو فیصد ناکامی سے دوچار ہوگیا ... ہمارے بہت سے فوجی جوان
شہید ہو گئے ... صدر صاحب اور خان نسیم خان سکتے میں آگئے ... ادھر
جنرل صاحب نے اجلاس بلالیا ... انھوں نے اجلاس میں کہا ...

''اس سلسلے میں ضرور غداری ہوئی ہے ... شارجستان کو پہلے ہی پتا
چل گیا تھا کہ ہم کیا کرنے والے ہیں ... چنانچہ انھوں نے پہلے ہی

تیاری کر لی تھی ... پھر بھلا کامیابی کیا خاک ہوتی ... لہٰذا اس سارے
معاملے کی تفتیش کی جائے گی ... کہ غداری کس نے کی ہے ...''

جنرل آصف خان نے فوراً اپنے دوست یعنی مجھ سے رابطہ کیا
... کیونکہ اصل مجرم تو آصف خان اور میں خود تھا ... ہم شارجستان کے
جاسوس ہیں، لہٰذا ہم نے شارجستان کو سارا منصوبہ پہلے ہی بتا دیا تھا
... اب انھیں فکر ہوئی کہ کیا کیا جائے ... کسے غدار بتایا جائے اور اس
کے خلاف کیا ثبوت دیا جائے ... ایسے میں میں نے تجویز دی کہ وہ یہ
کام میری ایک ایجاد کے ذریعہ لے سکتا ہے ... میں نے دو کھلونا بھالو
جنرل آصف کو دیے ... ایک بھالو کو پراسرار طریقے سے خان نسیم خان
کے گھر میں رکھوادیا ... اور دوسرا انسپکٹر جمشید کے گھر ... کیونکہ انسپکٹر
جمشید کو بھی لپیٹ میں لینا تھا ... ورنہ وہ اور ان کے ساتھی اس ساری
سازش کو بے نقاب کر دیتے ... اس لیے انھیں بھی الجھایا گیا پھر پراسرار
طریقے سے وہ کھلونا خان نسیم خان کے گھر سے غائب کرایا گیا ... اس
طرح کھلونے کی کہانی اخبارات میں آگئی اور پھر ہم نے اس کھلونے
کے ذریعے حاصل کیے گئے الفاظ جنرل نصیر کو سنائے ... یہ تو جناب سرخ
ہوگئے ... انھوں نے صدر صاحب اور خان نسیم خان سے ملاقات کی اور
ساتھ میں ملٹری پولیس آفیسر بھی آگئے کہ اگر واقعی خان نسیم خان یا صدر

صاحب غدار ثابت ہو جاتے ہیں... تو ساتھ ہی انھیں گرفتار کر لیا جائے
گا... اور جب جنرل نصیر ہیڈ کوارٹر آئیں گے تو ان کا بھی انتظام کر لیا
جائے گا... لہذا انتظام ہو گیا... سب لوگ ہمارے قبضے میں ہیں... اب
ملک میں ہمارا راج ہو گا اور ہمارے راج کا مطلب ہے... شارجستان کا
راج... ظاہر میں حکومت ہم کریں گے... لیکن ہماری پشت پر
شارجستان ہو گا اور اس حکومت پر انشارجہ کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہو گا...
کیوں کیسی رہی۔''

''لیکن...'' انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

''ہاں ہاں... آپ اپنے لیکن لے آئیں... کہیے، اس لیکن کے
بعد آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''لیکن جو گفتگو سنائی گئی... وہ تو بالکل جعلی تھی... یہ بات سمجھ میں
نہیں آئی۔''

''بھالو بالکل کھلونا بھالو تھا... وہ کوئی ایجاد نہیں تھی... وہ الفاظ تو
میں نے خود ریکارڈ کیے تھے۔'' النانو نے فخریہ لہجے میں کہا۔

''لیکن کیسے... آپ ہماری آوازیں ہو بہو کیسے نقل کر سکتے
ہیں۔''

''آوازوں کے نمونے ہمارے پاس پہلے سے موجود ہیں

... ہمارے شعبہ جاسوسی میں آوازیں نقل کرنے کے ماہر ترین بھی موجود
ہیں، یہ کام ان سے لیا گیا... ان سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک تجربہ کیا
جارہا ہے... یہ آوازیں اصل آدمیوں کو سنائی جائیں گی... اس طرح ہم
نے ریکارڈنگ کی... اور کوئی سوال۔''

''آپ کے خیال میں آپ لوگ حکومت پر اس طرح قبضہ کیے
رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

''ہاں کیوں نہیں... یہ کیا مشکل ہے... دو بڑی طاقتیں ہمارے
ساتھ ہیں... عوام کو تو پتا ہی نہیں چلے گا... اخبارات میں تو بس اتنی
ہی بات آئے گی... کہ جنرل نصیر نے استعفیٰ دے دیا اور جنرل آصف
خان کو چارج دے دیا ہے... اب ملک کے مارشل لا ایڈ منسٹریٹر وہ ہوں
گے۔''

''کیا یہ گفتگو ہیڈ کوارٹر میں کچھ اور لوگوں تک نہیں پہنچے گی... جو
یہاں ہوئی ہے...''

''جنرل صاحب کا یہ کمرہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہے... اور
پھر اس قسم کے انتظامات پہلے ہی کر لیے گئے ہیں۔''

''ہمارے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے۔''

''ظاہر ہے... یہ خالص فوجی معاملہ ہے... اور فوجی معاملے میں

رحم کی گنجائش نہیں ہوتی ... آپ لوگوں کا کورٹ مارشل کیا جائے گا۔''

''لیکن ہمارا قصور ... غدار تو آپ ہیں۔''

''ہوں گے ... تم لوگوں کی نظروں میں ... ہم تو اپنے ملک کے لیے کام رہے ہیں۔'' النانو نے منہ بنایا۔

''تو تم ... شارجستان کے ہی ہو ... ہمارے ملک کے نہیں ہو۔''

''نہیں ... مجھے ادھر سے یہاں بھیجا گیا ہے ... اور فوج میں بھرتی کرنے کے لیے میرا راستہ ہموار کیا گیا تھا ... جنرل آصف خان کو البتہ انھوں نے شیشے میں اتارا ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہو تم۔'' جنرل آصف کو غصہ آگیا۔

''اوہ معاف کیجیے گا سر۔'' اس نے بے خوفی کے عالم میں کہا ... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید چونکے ... انھوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

''لگتا ہے ... اصل اقتدار النانو کے ہاتھ میں آیا ہے ... کیونکہ شارجستان کا اصل آدمی النانو ہے۔''

''نہیں ... یہ بات نہیں ہے ...'' جنرل آصف خان نے جھلا کر کہا۔

''ہاں واقعی ایسی بات نہیں ہے۔'' النانو نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''مسٹر النانو ... آپ کا لہجہ چغلی کھا رہا ہے ... آپ ڈھکے چھپے

انداز میں کہہ رہے ہیں ... اصل اختیار اب آپ کا ہوگا ... یہی بات ہے نا۔''

''منظرِ عام پر اقتدار ان کے ہاتھ میں ہوگا ... جب کہ میں پس پردہ رہ کر اقتدار میں ہوں گا ... یہ بات پہلے طے ہو چکی ہے ... آپ کو یاد ہے نا۔''

''اوہ ہاں واقعی ... سوری۔'' جنرل آصف یک دم نرم پڑ گئے۔

''تو پھر اب انھیں حوالات میں بند کر دیں... ابھی ایک دو دن انھیں بند رکھنا پڑے گا ... مکمل حالات دیکھنے پڑیں گے، اس کے بعد ان کا فیصلہ کیا جائے گا۔'' آصف خان نے کہا۔

''او کے سر۔'' ملٹری پولیس چیف نے خوش ہو کر کہا اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا ... وہ انھیں لے گئے ... سب لوگوں کو سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا ... جنرل آصف اب اپنے نئے کور کمانڈر کے ساتھ اپنے کمرے میں رہ گئے ... النانو بھی ابھی وہیں تھا ...

''آپ بھی چلیں... اب ہمارا کام ہے ... آپ کا نہیں۔''

''آپ نے پھر مجھ سے ایسے لہجے میں بات کی۔'' النانو کا لہجہ سخت ہو گیا۔

''میرا خیال ہے ... ان حالات میں آپ ہمیں پر سکون رہ کر کام

نہیں کرنے دیں گے ... گڑبڑ کرتے رہیں گے ... شارجستان کی دھمکی دیتے رہیں گے ... لہذا کیوں نہ آپ کو بھی جیل کی ہوا کھلا دی جائے۔''

''کیا ... کیا کہا ...'' وہ چیخا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پستول نکال لیا۔

مگر اسی وقت جنرل آصف کے ہاتھ میں پستول نظر آیا ... ان کے پستول سے ایک بے آواز گولی نکلی اور اس کے دماغ میں داخل ہو گئی ... وہ تیورا کر گرا۔

''یہ آپ نے اچھا کیا۔'' ان کا ایک ساتھی بولا۔

''اس کے سوا کوئی حل نہیں تھا ... اب آیئے ... ذرا اپنا کام کریں...''

وہ باہر نکل آئے ... الناتو کی لاش کی طرف انھوں نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا ... پھر جیل کے دروازے پر پہنچے ... جیل کے پہرے داروں کو اشارہ کرنے کی دیر تھی ... انھوں نے دروازہ کھول دیا ... ان کے ساتھی پہلے ہی اس انتظار میں تھے ... انھیں دیکھ کر خوش ہو گئے۔

ان کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں ... اب وہ ملٹری جیپوں میں سوار ہو کر ایوان صدر پہنچے ... وہاں حوالات میں سے صدر صاحب کو اور

خان نسیم خان کو باہر نکالا گیا ... انھیں ساری تفصیل سنائی گئی ... وہ سن کر خوش ہو گئے ... جنرل نصیر کو بھی وہ ساتھ ہی لے آئے تھے ... اسی وقت ٹیلی ویژن اسٹیشن کا رخ کیا گیا ... اس پر جاری تمام پروگرام رکوا دیے گئے ... اعلان کیا گیا ... حکومت کی طرف سے انتہائی ضروری اعلانات سننے کے لیے سب لوگ اپنے اپنے ٹی وی آن کر لیں ... آدھ گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے ... آدھ گھنٹے بعد اعلانات شروع ہو جائیں گے۔''

اب چونکہ تمام پروگرام بالکل بند کر دیے گئے تھے اور یہ اعلان بار بار دہرایا جا رہا تھا کہ آدھ گھنٹے بعد سب لوگ ٹی وی کے سامنے ہوں ... اس لیے سب لوگوں نے اپنے اپنے کام چھوڑ دیے اور ٹی وی کے سامنے بیٹھ گئے...

آدھ گھنٹے بعد پورا ملک ٹی وی سکرین کے سامنے موجود تھا ... پھر ٹی وی پر قرآن کریم کی تلاوت شروع ہوئی ... اس کے بعد جنرل نصیر نظر آئے ... جنرل نصیر کے ساتھ ہی ملک کے صدر بیٹھے نظر آئے ... اور ان کے ساتھ تیسرے صاحب خان نسیم خان تھے ... سب لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے ... کیونکہ ملک میں تو مارشل لا لگ گیا تھا ... تو پھر خود مارشل لا لگانے والا شخص سابقہ حکمرانوں کے ساتھ بھلا کیسے بیٹھا نظر آ سکتا تھا ... لیکن وہ سب یہ منظر صاف دیکھ رہے تھے ... اور ان کی

آنکھیں حیرت کی زیادتی سے اور زیادہ پھیلتی جارہی تھیں...ایسے میں جنرل نصیر کی آواز سنائی دینے لگی۔

☆☆☆☆☆

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

سرخی

''میرے ہم وطنو! اللہ کا شکر ہے کہ آپ سب لوگ ہمیں اس طرح بیٹھے دیکھ رہے ہیں ...ملک کے خلاف ایک بہت گھناؤنی سازش کی گئی تھی ...اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سازش سے بال بال بچا لیا ہے ...میں آپ کو اس سازش کی تفصیل سنانا چاہتا ہوں ...ملک کے سب لوگوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس ساری تفصیل سے آگاہ ہوں تاکہ کسی کو کوئی الجھن نہ ہو... تفصیل اس سازش کی یہ ہے کہ صدر صاحب کے نائب محترم خان نسیم خان نے کچھ مدت پہلے ان کے سامنے ایک تجویز رکھی ...اصل بات یہ ہے کہ میرے نزدیک خان نسیم خان صاحب بہت ہی قابل بھروسہ آدمی ہیں ...یہ ملک کے بالکل پکے سچے وفادار ہیں ...ملک کے لیے جان تک دے سکتے ہیں ...صدر صاحب نے ان کی تجویز کو غور سے سنا... تجویز بہت ہی اچھی لگی ...اور اگر ہم ان کے منصوبے پر عمل کر لیتے تو شارجستان کی آئے دن دھمکیوں سے نجات مل

سکتی تھی ...اس کے اور بھی بہت سے فائدے منظرِ عام پر آسکتے تھے
... خیر میں عرض کرتا ہوں ... خان نسیم خان کی تجویز اس پہاڑی چوٹی
کے سلسلے میں تھی جو سالہا سال سے شارجستان کے قبضے میں چلی آ رہی
ہے تقریباً پندرہ بیس سال پہلے کے نا عاقبت اندیش حکمرانوں کی بے
وقوفیوں کی وجہ سے وہ پہاڑی چوٹی ہماری فوج کے ہاتھوں سے نکل گئی
تھی ... دراصل شارجستان کی فوج چوٹی پر نظریں جمائے بیٹھی تھی اور
ہمارے ملک سے جو فوجی جوان وہاں ڈیوٹی پر موجود تھے ... انھیں کوئی
حکم ہی نہیں ملا ہوا تھا ... ان حالات میں شارجستان کا قبضہ وہاں پختہ ہو
گیا ... اس بنیاد پر اس کی قوت میں اضافہ ہو ا اور وہ ہمیں آئے دن
دھمکیاں دینے لگا ... اس کی دھمکیوں سے تنگ آ کر خان نسیم خان نے
ان اطراف میں جا کر وہاں کا بغور جائزہ لیا ... یہ بہت ہی محبِ وطن
ہیں اور خود فوجی رہ چکے ہیں ... انھوں نے ایک منصوبہ بنایا ، وہ منصوبہ
صدر صاحب کے سامنے رکھا... انھیں وہ ہر لحاظ سے مناسب لگا ...
صدر صاحب نے مجھے بلا کر منصوبے سے آگاہ کیا ، میں نے اس پر عمل
کرنے میں ملک کی بہتری خیال کی ... چنانچہ اس چوٹی پر انوکھے انداز
میں حملہ کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا گیا ... میں نے اس حملے کی ذمے
داری جنرل آصف خان کو سونپی ... مجھے قطعاً معلوم نہیں تھا کہ آصف خان

غدار ہے اور شارجستان کے لیے کام کر رہا ہے اور فوج میں اس کا قریبی
ساتھی النانو ہے ... وہ فوج میں سائنس کے شعبے کا انچارج ہے ... ان
دونوں نے منصوبے پر غور کیا اور پھر شارجستان کو خبر کر دی ... اس طرح
وقت سے بہت پہلے ہی ہمارے فوجیوں پر حملہ ہوا اور بے شمار فوجی شہید
ہو گئے ... شہید ہونے والوں کی لاشوں کا معائنہ کیا گیا تو ان میں سے
پندرہ کے قریب اہم فوجی ایسے تھے جن کی کمر پر گولیاں ماری گئی تھیں
... اس بات نے ہمیں پریشان کر دیا ... ان لوگوں کو غداروں نے اس
لیے ختم کیا کہ وہ بھانپ گئے تھے کہ منصوبے کا راز فاش کر دیا گیا ہے
... یہ بات ظاہر ہے وہ مجھ تک پہنچاتے اور میں سمجھ جاتا کہ غدار کون
ہے ... ظاہر ہے ان سب کو فوراً تختہ دار پر لٹکا یا جاتا ... ایسا وقت آنے
سے پہلے انھوں نے شارجستان کو خبردار کر دیا اور اپنے لیے حکم پوچھا
... ادھر سے انھیں حکم ملا ، صدر کے نائب خان نسیم خان اور انسپکٹر جمشید
کو غدار ثابت کردو... اس کی ترکیب بھی انھوں نے خود بتادی ... پھر
ترکیب میں گھماؤ پھراؤ ڈالا... انھوں نے ایک کھلونا خان نسیم خان کے
گھر رکھوایا ... خان نسیم خان والا کھلونا خود ہی غائب کرایا ... ایک کھلونا
انسپکٹر جمشید کے گھر بھی رکھوایا ... کیونکہ وہ انھیں بھی سازش کی لپیٹ
میں لینا چاہتے تھے تاکہ انھیں پھر کوئی فکر نہ رہ جائے ... ورنہ انھیں

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

دھڑکا لگا رہتا کہ یہ لوگ سازش کے تانے بانے بکھیر کر رکھ دیں گے ...
اس لیے ساتھ میں ان سے بھی چھٹکارا حاصل کرنے کی ٹھانی گئی ...
مصنوعی کھلونوں کے ذریعے حاصل کی گئی بات چیت جو بالکل جھوٹ تھی
... اور گفتگو خود گھڑی گئی تھی کیونکہ کھلونے بالکل سادہ تھے ... مجھے سنائی
گئی ... لیکن میں کسی طرح بھی خان نسیم خان کو غدار ماننے پر تیار نہیں
تھا ... میں نے اپنے کور کمانڈر سے بات کی ... مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ
بھی شارجستان کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں ... یا انجانے میں ان کے
چکر میں آگئے تھے ... بس پھر میں نے ملک میں مارشل لا لگا دیا
... صدر صاحب کو اور خان نسیم خان کو تو وہیں ایوان صدر میں ہی گرفتار
کر لیا گیا ... لیکن اس وقت سے پہلے انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی
غائب ہو چکے تھے ... ان کی تلاش شروع کر دی گئی ... ادھر انسپکٹر جمشید
نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک ریٹائرڈ فوجی ظفریاب سے بات کی
... حالات انھیں بتائے ... ظفریاب صاحب نے ان لوگوں کو گھر
آنے کے لیے کہا تاکہ وہ ہمدردانہ انداز میں اس معاملے پر غور کر سکیں
... ساری تفصیل ان کے سامنے رکھی گئی ... تب ظفریاب صاحب نے بتایا
کہ ان کے دوست اس وقت فوج میں بہت اہم عہدے پر ہیں ... میں
جا کر ان سے بات کرتا ہوں ... سو ظفریاب گئے ... ان کے دوست کا

نام جنرل آصف خان ہے ... انھوں نے ساری بات سن کر انسپکٹر جمشید
وغیرہ کو اپنے گھر بلا لیا ... جنرل آصف تو پہلے ہی ان لوگوں کی کھوج
میں تھے اور چاہتے تھے کہ یہ لوگ جلد از جلد گرفتار ہو جائیں ... یہ
سارا کام نہایت خفیہ طور پر کیا گیا ... راستہ بھی بہت خفیہ طریقے سے طے
کیا گیا ... خیر جنرل آصف خان سے ملاقات ہوئی ... انھوں نے ساری
تفصیل سنی ... انسپکٹر جمشید نے اپنی تجویز ان کے سامنے رکھی ... دراصل
وہ اس سازش کا سراغ لگانے کے لیے ہیڈ کوارٹر جانا چاہتے تھے ... اس
کی ترکیب یہ کی گئی کہ انسپکٹر جمشید کے چہرے پر جنرل آصف کا میک
اپ کیا گیا اور وہ ان کی جیپ میں ہیڈ کوارٹر چلے گئے ... وہ گئے ہی
تھے کہ ان کے چپراسی نے بتایا کہ جنرل نصیر صاحب انھیں دو تین بار
پوچھ چکے ہیں، یہ بہت پریشان سے ہوئے کہ نہ جانے کیا بات ہے ...
خیر جانا تو پڑا ... میں پہلے ہی اپنے طور پر تحقیقات کر چکا تھا اور میں
نے یہ بات جان لی تھی کہ غداری جنرل آصف خان نے کی ہے ... اور
میں انھیں سزا دینے کا فیصلہ کر چکا تھا ... یہی وجہ تھی کہ انسپکٹر جمشید
آصف خان کے میک اپ میں ہیڈ کوارٹر پہنچے، ادھر میرا پیغام انھیں ملا
کہ میں انھیں بلا رہا ہوں ... وہ میرے پاس آگئے ... اب مجھے نہیں
معلوم تھا کہ دراصل وہ انسپکٹر جمشید ہیں ... لہٰذا میں نے انھیں غداری کی

تفصیل سنائی اور ان پر پستول تان دیا ... اپنے کمانڈرز کو بلا لیا ... پولیس چیف کو بلالیا ... اس وقت پتا چلا کہ یہ جال تو خود میرے خلاف ہے ... پورے ملک کے خلاف ہے ... صدر صاحب اور خان نسیم خان کے خلاف ہے ... اس وقت میری سٹی گم ہوگئی ... ادھر انسپکٹر جمشید کے باقی ساتھی انسپکٹر کامران مرزا اور باقی حضرات جنرل آصف خان کے گھر میں ان کے ساتھ رہ گئے تھے ... انسپکٹر جمشید کی گھڑی کے ذریعے انسپکٹر کامران مرزا نے ہیڈ کوارٹر میں ہونے والی گفتگو سنی تو انھیں بھی ساری سازش کا پتا چل گیا ... اور انھوں نے جنرل آصف کے حملے کو ناکام بنا دیا ،اس طرح کہ جنرل آصف نے ان پر گیس فائر کیا لیکن یہ سانس روکنے کے ماہر ہیں ... لہٰذا اس سے پہلے کمرے سے نکل کر اس پر ٹوٹ پڑے ... اسے باندھ لیا ... پھر انسپکٹر کامران مرزا نے اس کا میک اپ اپنے چہرے پر کیا ... اور باقی لوگوں کو ساتھ لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے ... یہ خود تو جنرل آصف کے میک اپ میں تھے ... لیکن قیدیوں میں انسپکٹر کامران مرزا کی بھی تو ضرورت تھی ... اس ضرورت کو انھوں نے اپنے دوست ریٹائرڈ جنرل ظفر یاب کے ذریعے پورا کیا ... باقی رہ گیا آصف خان ... اسے اسی کے مکان میں باندھ کر اپنے چند ماتحتوں کی نگرانی میں دے آئے تھے ... وہ اب ملٹری کے قبضے میں ہے ... الناتو

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss
http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

جس نے یہ ساری منصوبہ بندی کی تھی ... وہ دراصل شارجستان ہی کا تھا ... اسے تو انسپکٹر کامران مرزا نے فوری طور پر ہی گولی مار دی تھی کیونکہ وہ مقابلے پر اتر آیا تھا اور پستول نکال لیا تھا اور فائر کرنا ہی چاہتا تھا کہ انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گولی مار دی ... اور پھر انشارجہ کو اس سازش کے جواب میں کوئی تحفہ بھی تو دینا تھا ... یہ ہے کل تفصیل ... لہٰذا یہ مارشل لا غلط فہمی کی بنیاد پر لگا تھا ... اس لیے اسے واپس لیا جا رہا ہے ... صدر صاحب سے اور خان نسیم خان سے ہم معافی چاہتے ہیں ... آپ انھیں بھی ساتھ دیکھ سکتے ہیں ... اس کیس کے ہیروز بھی انسپکٹر جمشید ... انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز ہیں ... یہ اور بات ہے کہ سچویشن کے اعتبار سے اس بار ان سب کو کام کرنے کا موقع نہیں مل سکا ... لیکن انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے تو بہت ہی بڑا کام کر کے دکھایا ہے ... پورے ملک کو تباہی کے دہانے پر پہنچنے سے بچایا ہے ... پوری قوم ان کی احسان مند ہے ... اور یہ سب اللہ کی مہربانی سے ہوا ... اللہ ہمارے ملک کو اس قسم کی سازشوں سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین ... میری طرف سے سب کو مبارک باد ... اور آپ کی طرف سے بھی ان سب کو مبارک باد ... اس کیس میں کچھ بہت چھوٹی چھوٹی باتیں باقی ہیں ... وہ یہ لوگ خود نبٹ لیں گے ... مثلاً کھلونا خان نسیم خان کے

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss
http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

گھر سے جس نے چرایا تھا ... اس کا سراغ لگانا باقی ہے ... لیکن یہ کوئی ایسی باتیں نہیں ہیں ... نہ ان کی کوئی اہمیت ہے ... پھر بھی یہ لوگ ان کا سراغ لگا لیں گے۔"

"ٹھیک ہے سر!" ایسے میں انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"ہاں ہاں! اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہیے ... سب سن رہے ہیں۔"

"جس چور کے ذریعے کھلونا چرایا گیا تھا، اس کا نام جبران ہے ... جبران ایک بہت پرانے اور عادی جرائم پیشہ استاد کافو کا شاگرد ہے ... اس نے کھلونا چرانے کے بعد گرفتاری کے خوف سے اس کے گھر میں پناہ لی تھی ... لیکن جب قانون کے ہاتھ استاد کافو تک پہنچے تو اس نے اسے اپنے گھر سے نکال دیا تھا ... استاد کافو سے پوچھ گچھ ہو چکی ہے ... اسے بھی گرفتار کر لیا گیا ہے ... اس شخص کا اب تک جرائم پیشہ لوگوں سے تعلق تھا اور اس قسم کے کام وہ اب بھی کرتا رہتا تھا ... کھلونا بھی دونوں جگہوں پر اسی کے ذریعے رکھوایا گیا تھا۔ یہ کام اس نے چھتوں ہی چھتوں کے ذریعے کیا تھا انسپکٹر جمشید کے گھر ان کی پڑوسن کے ذریعے پہنچا اور خان نسیم خان کے گھر کی دیوار پھاندی تھی۔ یہ سب باتیں اس نے اگل دی ہیں پوری تفصیلات آپ اخبار میں پڑھ ہی لیں گے، اس

کے ساتھ ہی جبران کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے ... لیکن وہ چونکہ جرائم سے توبہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا ... اور یہ کام اس نے بلیک میلنگ سے مجبور ہو کر کیا تھا، اس لیے اس کے ساتھ رعایت کی جائے گی ... اصل مجرم غدار ہیں ... ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی ... اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا ... انہی الفاظ پر میں بات ختم کرتا ہوں ... اللہ ہمارے ملک کی حفاظت فرمائے آمین ... آپ سب کو اس سازش سے بال بال بچنے پر مبارک باد۔"

اور پورا ملک تالیوں سے گونج اٹھا ... اس کی گونج شارجستان کے ایوانوں تک جا رہی تھی۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

https://www.facebook.com/Ishtiaq.Ahmed.Novelss

http://ishtiaqahmed-novels.blogspot.com

آئندہ ناول کی ایک جھلک

ریاست کا مجرم

ناول نمبر: 785

اشتیاق احمد

☆ محمود، فاروق، فرزانہ نے ایک چھلاوہ نما لڑکی کو دوڑتے دیکھا۔

☆ دیکھتے ہی دیکھتے وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

☆ چھلاوہ لڑکی کے پیچھے کون لوگ دیوانہ وار دوڑ رہے تھے۔

☆ ملئے ریاست کے حکمران سے... جو انسپکٹر جمشید کی مدد بھی چاہتا تھا۔

☆ مگر ریاست کے قانون کا مسودہ دکھانے پر تیار بھی نہ تھا... کیوں؟

☆ ریاست کے خلاف وہ سازش کس کی تھی۔

☆ سازش ریاست کے خلاف تھی یا ریاست کے حکمران کے خلاف؟

☆ انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق، فرزانہ، پروفیسر داؤد اور خان رحمان کہاں غائب ہوگئے تھے۔

☆ ائیرپورٹ پر ہوائی جہاز سے اُترنے کے بعد اُن کے ساتھ کیا ہوا۔

☆ کیا غائب ہونے کے بعد وہ خود کو نظر آ رہے تھے...

آئندہ ناول کی ایک جھلک

☆ اور جب انسپکٹر کامران مرزا اُن کی تلاش میں پہنچے تو اُن کے ساتھ کیسا حادثہ پیش آیا۔

☆ وہ لمحہ جب انسپکٹر کامران مرزا جہاز کی تلاشی لینا چاہتے تھے مگر صدر مملکت نے اُنہیں روک دیا... کیوں؟

☆ ان تمام سوالوں کے جواب جاننے کے لئے پڑھیے... ریاست کا مجرم...

ریاست کا مجرم

براہِ راست منگوانے کا پتہ

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی

0300-2472238, 32578273, 34268800

e-mail: atlantis@cyber.net.pk

www.inspector-jamshed-series.com